Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 32, Sr.No.82, 2011, pp 33 - 74

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۲، جنوری۔مارچ ۲۰۱۱ء، شمارہ ۸۲

جمع عثمانی رضی اللہ عنہ اور مستشرقین

ڈاکٹر حافظ محمود اختر ☆

Abstract:

In this article the objections raised by the Orientalists upon the compilation of the text of Holy Quran by the third Caliph Othman (R. A) are thoroughly examined. The author found that all the objections raised by the Orientalists, are based on either missing knowledge or based on intentional or unintentional misinterpreting the data, which has created much confusion about the authenticity of the text of the holy Quran in their minds. The article presents an authentic data and a complete picture of activity of the collection and compilation of the text of the Holy Quran by the compiling committee which had been constituted by the Third Caliph Othman (R.A)

قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لی ہے۔(1) اسی طرح صرف قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک محفوظ کتاب ہے۔(2) اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری کے باوجود مسلمانوں نے اس کی حفاظت کی ضرورت سے آنکھیں بند نہیں کیں۔

☆ ڈین، کلیہ علومِ شرقیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

نہ صرف اس کا ایک ایک حرف اور حرکت محفوظ ہے بلکہ اس کے الفاظ کی ادائیگی کے طریقے بھی تسلسل اور تواتر سے پوری صحت کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں۔قرآن کے نزول کے ساتھ ہی اس کی کتابت کا اہتمام کیا گیا۔اس کی ترتیب بھی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھی۔لیکن مستشرقین نے قرآن کو اپنی کتابوں کے برابر لانے کے لئے قرآن کے متن کے غیر معتبر ہونے کے نقطہ نگاہ کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے۔زیرِ نظر مضمون میں عہدِ عثمانِ غنیؓ میں جمع قرآن کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کی حقیقت پر روشنی ڈالی جائے گی۔

مصحفِ عثمانؓ پر مستشرقین کے اعتراضات میں سے نمایاں یہ ہیں۔

مصحفِ عثمانیؓ پر اعتراضات کے سلسلے میں نولڈیکے (Noldeke) کے نقطہ نگاہ کو دیگر لوگوں نے اپنایا ہے اور یہ نقطہ نگاہ اختیار کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے قبل قرآن مجید کا کوئی معیاری اور مرتب نسخہ موجود نہ تھا اور مصحفِ عثمانؓ، مصحفِ صدیق ؓ کی نقل ہی تھا۔لہٰذا اگر مصحفِ صدیق ؓ صحیح نہ تھا تو مصحفِ عثمان ؓ کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔(3) رچرڈ بل (Richard Bell) نے کہا ہے کہ قرآن مجید عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ ابوبکر صدیق ؓ میں اختلافات کا شکار تھا اور مصحفِ عثمانی ؓ، مصحفِ صدیق ؓ کی نقل ہونے کی وجہ سے ناقص ہی ہے۔(4)

منٹگمری واٹ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی ؓ کے عہد میں قرآن مجید کے متفرق اجزاء کو اکٹھا نہیں کیا جا سکا تھا۔(5)

S.E. Frost کہتے ہیں کہ قرآن مجید، حضرت محمد ﷺ کی وفات کے بارہ برس بعد تک بھی جمع نہیں ہو سکا تھا حضرت عثمانؓ نے اس مسئلے کے حل کا حکم دیا کہ آپ ﷺ کی اصل تعلیمات کا کھوج لگایا جائے۔(6) اس وقت جو نسخہ معرض وجود میں آیا وہ دیگر مذاہب، زرتشت۔یہودیت اور عربی روایات کے علاوہ عوامی داستانوں کے ردی ٹکڑوں پر مشتمل تھا۔(7)

Encyclopaedia of Islam میں Koran کے مقالہ نگار BUHL کا بھی نقطہ نگاہ یہی ہے کہ

مصحفِ عثمانؓ ، مصحفِ صدیق ؓ کی نقل تھا لیکن ساتھ ہی کہتا ہے کہ مصحفِ صدیق ؓ کوئی باقاعدہ مرتب نسخہ نہ تھا۔(8) آرتھر جیفری کہتے ہیں کہ ایک طویل عرصے تک قرآن مجید کے اصل متن کا تعین نہ ہو سکا۔ لوگ مختلف طریقوں سے قرآن مجید پڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک لمبا عرصہ گزرنے کے بعد ابن مجاہدؒ نے متنِ قرآن مجید کا تعین کیا وہ یہ تاثر دیتا ہے کہ ایک طویل عرصہ تک متن متعین نہ ہونے کی وجہ سے اس میں سے بہت کچھ ضائع ہو گیا ہو گا۔ یہ مستشرق لکھتے ہیں کہ متنِ قرآن مجید کے تعین کا مسئلہ ابھی تک مسلمانوں کے ہاں اپنے بچپن کے دور میں ہے۔(9) بہل یہ اعتراض بھی کرتا ہے کہ نوآموز اور ناتجربہ کار کاتبوں کی طرف سے کچھ لاپرواہیاں اور غلطیاں ہوئیں۔(10)

نولڈیکے(Noldeke)، حضرت عثمان غنی ؓ کی تدوین قرآن کی ساری کاروائی کو مشکوک بناتے ہوئے کہتا ہے:

> ....As to how they were conducted we have no trustworthy information, tradition being here too much under the influence of dogmatic presuppositions(11)

مستشرقین ، حضرت عثمان غنی ؓ کے تیار کروائے ہوئے نسخے کی حیثیت کم کرنے کے لئے یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی ؓ نے ساری کاروائی سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے کی۔ ورنہ جمع قرآن کی کوئی حقیقی ضرورت نہ تھی۔

> ..... But essentially political object of putting an end to controversies by admitting only one form of the common book of religion and of law this measures was necessary.(12)

بلاشر(13)(Blachere) اور آرتھر جیفری(14)(Arthur Jeffery) نے بھی یہی نقطہ نگاہ اختیار کیا ہے۔

اس طرح کا ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت ؓ کے علاوہ اس کمیٹی کے باقی تینوں ممبران قریشی تھے۔ یہ تینوں حضرات طبقہ امراء سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت عثمان غنی ؓ کے

رشتہ دار تھے۔ اس لئے یہ سب لوگ ایک مشترکہ مصلحت کی خاطر متحد ہو گئے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا تلفظ قرآن کا معیار بنے۔ اور حضرت زید بن ثابتؓ ان کے ہم نوا بن گئے اور وہ ان کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ جانتے تھے کہ وہ قریش کے خواص میں سے نہیں ہیں۔(15)

اس مصحف پر یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے مخصوص مقاصد کے سلسلے میں قرآن مجید کے کچھ حصے اس سے خارج کر دیئے۔

نولڈیکے (Noldeke) لکھتا ہے:

> It seems to me highly probable that this second redaction took this simple form, Zaid read off from the codex which he had previously written......(16)

اسی بنیاد پر وہ قرآن مجید کے موجودہ نسخے کو نامکمل قرار دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

> Othman's Koran was not complete some passages are evidently fragmentry and few detached pieces are still extent which were originally part of the Koran. although have been omitted by Zaid. Amongst these are some which there is no reason to suppose Mohammad desired to suppress.(17)

وہ مزید لکھتا ہے:

> Zaid may easily have overlooked a few stray fragments , but he purposly ommited any thing he believed to belong to the Koran is very unlike.(18)

تاویل القرآن کے مؤلف، ضربت عیسوی نے اسی بات کو دہراتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے وہ تمام آیات قرآن سے خارج کر دیں جن میں اہل بیت کے مناقب بیان کئے گئے تھے۔ اسی طرح کہا گیا کہ قرآن مجید میں کچھ منافقین کے نام تھے۔ اب ان لوگوں کی اولادیں مسلمان ہو گئیں تو مصلحت کی خاطر ان کے نام قرآن سے نکال دیے گئے۔(19)

یہ روایت بھی موجود ہے کہ حضرت زید بن ثابت ؓ کہتے ہیں کہ سورۃ التوبۃ کی آیت ﴿لَقَدْ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ...... ﴾[التوبۃ: ۱۲۸] حضرت ابوخزیمہ ؓ کے علاوہ کسی کے پاس سے نہ ملی(20)

اس روایت سے بھی مستشرقین یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ شاید اس طرح کی اور بھی آیات شاملِ قرآن ہونے سے رہ گئیں ہوں۔ Tritton لکھتا ہے کہ دو ایسی سورتیں ہیں جو اس سے قبل موجود تھیں لیکن اب نہیں ہیں(21)

مستشرقین کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی ؓ نے اپنے نسخے کے علاوہ دیگر تمام مصاحف جلوا ڈالے اس طرح قرآن مجید کا بہت سا حصہ اس عمل میں ضائع ہو گیا اور قرآن کا حقیقی متن اگر ہم جاننا چاہیں بھی تو نہیں جان سکتے۔(22)

اس سلسلے میں آرتھر جیفری نے ابن ابی داوود کی کتاب المصاحف کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ 'ما قبل عہد عثمان' کی قراءتیں اب ضائع ہو چکی ہیں(23) یہی موقف Encyclopaedia of Islam کے مقالہ نگار نے اختیار کیا ہے(24) پادری فنڈر (Funder) نے میزان الحق میں اسی نقطہ نگاہ کو اپنایا ہے(25)

مارگولیتھ (Margoliuth) کا خلاصہ تحقیق بھی یہی ہے(26)

یہ نقطہ نگاہ بھی ہے کہ حضرت عثمان غنی ؓ تو ایک متفقہ متن اور متفقہ تلفظ تیار نہ کر سکے۔(27) اگرچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانِ غنی ؓ نے اختلافات ختم کرنے کے لیے باقی نسخے جلوا دئے تھے۔ لیکن اختلافات ختم کرنے کے لیے جلانے یا ضائع کرنے کا یہ عمل بالکل بے اثر تھا۔ کیونکہ قرآن مجید تو لوگوں کے حافظے میں موجود تھا(28)

الف اس مصحف کی تیاری کے بعد بھی دیگر مصاحف موجود رہے۔(29)

ب اس طرح قرآن مجید کے متن میں اختلافات بھی موجود رہے۔(30)

یہی شخص لکھتا ہے کہ مصحفِ عثمان غنی ؓ حقیقی قرآن نہیں ہے(31) وہ لکھتا ہے کہ اس

مصحف کی کوئی ترتیب بھی نہ تھی۔(32) جو مصاحف دیگر ممالک کو روانہ کیے گئے ان میں بھی ہم آہنگی نہ تھی۔(33)

> In this way there arose a perplexing confusion of readings and in place of the striving for uniformity that one would have expected people became accustomed to unlimited liberty in these matters so that did not hesitate to substitute for particular words their synonyms or to insert short explainatory additions. This freedom was all the more unbredled in its development as the unmayed caliphs had little feeling on such question and preferred to take care that passions were not aroused by state interference in such matters.(34)

Encyclopaedia of Islam کے مقالہ نگار نے تفسیر طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ خود بھی اپنے تیار کروائے ہوئے نسخے کو مستند اور صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے ایک آیت پڑھی جس میں اصل متن کے علاوہ کچھ اضافی الفاظ بھی تھے۔(35) اس بنا پر مقالہ نگار لکھتا ہے:

> If this is correct it is no wonder that others took still greater liberties. Various circumstances contributed to the continual variations in the form of the text.(36)

نولڈیکے لکھتا ہے کہ اس میں slight clerical errors باقی رہ گئیں تھیں(37)

مارگولیتھ (Margoliuth) (بقول اس کے) اس ابہام اور اغلاط کے بارے میں لکھتا ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ کو حضرت عثمان غنیؓ نے اس لئے کام پر لگایا کہ انتہائی ابہام کی موجودگی میں وہی اس متن کی وضاحت کر سکتے تھے۔ اس کے الفاظ میں:

Perhaps because in the extreme ambiguity and imperfection of the arabic script he alone could interpret the first edition with certainity.(38)

پادری فنڈر نے یہ اعتراضات نقل کئے ہیں۔

حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن کا متن تیار کروایا۔ حالانکہ شیعہ انہیں کافر قرار دیتے ہیں۔

اگر اصل قرآن اور حضرت عثمان غنیؓ کا قرآن ایک ہی تھا تو دوسرے قرآنوں کو جلایا کیوں گیا؟

شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن کو خود گم کر دیا گیا۔(39)

ان تمام افکار و آراء کا بنیادی نقطہ نگاہ یہی ہے کہ مصحفِ عثمان غنیؓ بھی ناقص ہی تھا۔ اس میں تصرفات بھی کر دئے گئے اور اس کی ترتیب بھی بدل دی گئی۔

مستشرقین کے نقطہ نگاہ کا جائزہ ہم مندرجہ ذیل پہلوؤں سے لیں گے۔

ان کی تحقیقات کے ذہنی فکری اور مذہبی پس منظر، ان کے مقاصدِ تحقیق اور ان کی تحقیقات کے مآخذ کا جائزہ لے کر واضح کیا جائے گا کہ ان کی تحقیقات کی اصلیت کیا ہے؟

تاریخی شواہد کی روشنی میں واضح کیا جائے گا کہ ان لوگوں کے نتائجِ تحقیق محض ان کے خود ساختہ خیالات ہی ہیں۔ تاریخی حقائق ان کے نقطہ نگاہ کی تائید نہیں کرتے۔ عقلی و منطقی دلائل سے ان کے نقطہ نگاہ کا رڈ کیا جائے گا۔

صحتِ قرآن کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کا تجزیہ

قرآن حکیم یا اسلام کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کی حقیقت کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیں ان لوگوں کے ذہنی پس منظر اور طریقِ کار کے بارے میں کچھ حقائق کو ملحوظ رکھنا ہوگا ورنہ ہم ان کے نقطہ نگاہ کی حقیقت کو سمجھ نہیں سکیں گے۔ جہاں تک اسلامی تحقیق کے دوران ان کے رویے اور ذہنی پس منظر کا تعلق ہے مستشرقین نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنا بدترین دشمن

سمجھتے ہیں اور وہ اس وقت 'قلمی صلیبی جنگ' (CrusadebyPen) میں مصروف ہیں۔(40)

یہ لوگ خالی الذہن ہو کر تحقیق نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کے خلاف تعصب سے بھرے ہوئے ہیں۔وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے بارے میں تحقیقات کرتے ہوئے ہم غیر جانبدرانہ نہیں رہ سکے۔ اس صورت میں ہم فیصلہ کرسکتے ہیں کہ ان کی تحقیقات کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔(41)

تحقیق کا بین الاقوامی مسلمہ اصول ہے کہ تحقیق شروع کرنے سے قبل اور تحقیق کے دوران محقق خالی الذہن اور غیر جانبدار رہے۔ پہلے سے طے شدہ کسی مقصد کو ذہن میں رکھے بغیر تحقیق کی جائے ۔اگر پہلے سے طے شدہ کوئی مقصد ذہن میں رکھ کر تحقیق کی جائے گی تو اسے تحقیق نہیں کہا جاسکتا ۔ جبکہ مستشرقین کے ہاں اس بات کا مکمل فقدان ہے ۔وہ پہلے ایک مقصد طے کرتے ہیں پھر ہر طرح کے مآخذ سے اپنے مقصد کے لیے ڈھونڈ ڈھونڈ کر دلائل تلاش کرتے ہیں ۔(42)ان کے ذہن میں مقصد یہ ہے کہ قرآن کے بارے میں ثابت کریں کہ قرآن ایک طویل عرصے تک جمع نہیں کیا گیا اس کے لیے وہ محض اپنے ظن وگمان کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ مسلمان، متنِ قرآن کو محفوظ کرنے کے بارے میں غیر محتاط اور بے نیاز رہے اور حضرت عثمان غنی ؓ کے دور تک قرآن جمع نہیں کیا گیا (43) اس بات کو ثابت کرنے کے لیے وہ ان تمام بنیادی حقائق ومسلمات کو بھول جاتے ہیں کہ نزولِ قرآن کے ساتھ ہی قرآن کو سینوں اور کتابت کی صورت میں محفوظ کرنے کا بہترین اہتمام موجود تھا۔(44)ایک طرف مستند مآخذ کی روشنی میں ثابت شدہ یہ حقیقت ہے کہ قرآن پہلے دن ہی سے محفوظ چلا آرہا ہے، دوسری طرف بغیر کسی دلیل کے صرف ایک فقرے میں کہہ دینا کہ قرآن محفوظ نہیں ہے کسی طرح قرین انصاف نہیں ہے۔عقل اور انصاف کا تقاضا ہے کہ حفاظتِ قرآن کے قابلِ اعتماد اہتمام اور مستشرقین کے ظن وگمان کو ہم پلہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر کوئی شخص تمام سائنس دانوں اور محققین کی تحقیقات کے بارے میں کہہ دے کہ میں ان کو نہیں مانتا تو اسے نہ ماننے کی کوئی دلیل بھی تو دینی چاہئے ۔بغیر کسی دلیل کے اس کا دعویٰ ماننا قرین انصاف نہیں ہے۔مثلاً اگر تاریخی واقعات کی بنیاد پر کوئی دعویٰ کیا گیا ہو تو

اسے جھٹلانے کے لیے تاریخی شواہد پیش کرنے چاہئیں۔ اگر عقلی بنیاد پر کوئی دعویٰ کیا جائے تو اس کا توڑ بھی عقلی بنیاد پر کیا جانا چاہئے۔ کسی شخص یا گروہ کا عقلی و نقلی شواہد کو جھٹلا دینا اور کہنا کہ میں ان دلائل کو نہیں مانتا، کسی صورت بھی قابلِ فہم نہیں ہے۔

مستشرقین کا قرآن کی عدم صحت کے بارے میں نقطہ نگاہ اس لئے بھی قابل قبول نہیں ہے کہ ان کے نقطہ نگاہ میں کوئی اتفاقِ رائے نہیں پایا جاتا۔ جس طرح مشرکینِ مکہ میں کوئی تو قرآن کو شاعر کا کلام کہتا تھا کوئی آپ ﷺ کو ساحر کہتا، کوئی مجنون کہتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ مشرکین کے اعتراضات کے بے بنیاد ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ کسی ایک موقف پر اکٹھے نہیں ہو سکے تھے سب کی زبانیں مختلف تھیں۔ مستشرقین کی حالت بھی بالکل ایسی ہی ہے۔ قرآن کی محفوظیت کے حوالے سے یہ لوگ تضادات کا شکار ہیں۔ مستشرقین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن عہدِ نبوی سے ہی غیر محفوظ ہے اور لکھا نہیں گیا لہٰذا بعد میں اس کے اکٹھا ہونے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں تو اکٹھا ہو گیا تھا لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس کے اصل متن کو باقی نہیں رہنے دیا۔ ایک تیسرا گروہ کہتا ہے کہ پہلے دونوں ادوار میں تو قرآن مکمل طور پر موجود تھا لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے اس کا بہت سا حصہ ضائع کر دیا۔

یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ جن مآخذ کی مدد سے ان لوگوں نے تاریخ تدوینِ قرآن پر تحقیق کی وہ ان سب کے ہاں مشترک ہیں لیکن ان میں سے ایک نے ان مآخذ سے ایک موقف اختیار کیا ہے دوسرے نے اس کے بالکل برعکس نقطہ نگاہ اختیار کر لیا۔ یہ کیا تماشا ہے کہ ان میں سے ہر ایک گروہ کو قرآن عہد نبوی میں محفوظ ہوتا دکھائی دیتا ہے جبکہ انہی مآخذ سے دوسرا گروہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ قرآن عہد نبوی اور زمانہ مابعد میں مکمل طور پر محفوظ نہیں ہو سکا۔ ایک ہی عینک سے ایک گروہ کو ایک تصویر سیدھی نظر آتی ہے اور دوسرے کو ٹیڑھی دکھائی دیتی ہے۔ درحقیقت عینک ایک ہی ہے فرق بینائی کا ہے۔ جس کے اندر حقائق کو تسلیم کرنے کی صلاحیت و استعداد موجود ہے، اس عینک سے ان کی بینائی تیز ہو جاتی ہے اور جس کی آنکھوں میں بصارت کی قوت ہی نہیں ہے ان کے سامنے اندھیرا ہی رہتا ہے عینک کا شیشہ تو محض شیشہ ہے فرق تو دیکھنے والے کی بینائی کا ہے۔

تاریخ تدوینِ قرآن کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کے ردّ کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ وہ خود تضادات کا شکار ہیں۔ قرآن کی صحت کے حق میں یہ بہت بڑی دلیل دی جاسکتی ہے کہ اس کے مخالفین اس کے بارے میں باہم متصادم و متضاد ہیں۔ اگر وہ سچے ہوتے تو وہ متفق الخیال ہوتے۔ باہم متصادم اعتراضات کر کے وہ محض دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔

یہ لوگ ایک طرف کہتے ہیں کہ ماقبل عہدِ عثمان غنیؓ میں جو قراءات مروج تھیں، حضرت عثمان غنیؓ نے وہ نکال دیں۔ اسی طرح قرآن کے بہت سے حصے جن میں اہلِ بیت کے مناقب تھے وہ حضرت عثمان غنیؓ نے نکال دیئے۔ اس کے علاوہ بھی کئی حصے نکال دیئے گئے۔ دوسری طرف وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ کا نسخہ وہی تھا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تیار کروایا تھا۔

ایک طرف کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے تیار کردہ مصحف کے علاوہ باقی مصاحف جلوا دیئے دوسری طرف کہتے ہیں کہ اس مصحف کے بعد بھی دیگر مصاحف مروّج رہے۔ پھر تو یہ کہا جاسکتا ہے اگر بالفرض حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن میں سے کچھ حصے نکال بھی دیئے تھے تو اس کے باوجود قرآن تو محفوظ ہی رہا کیونکہ ان حصوں کو نکالنے کے باوجود لوگ باقی بچ جانے والے مصاحف سے ان حصوں کو دوبارہ حاصل کرسکتے تھے۔

مستشرقین، اسلام کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے تشکیک کا ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنی کتابوں میں اسلامی تاریخ سے ثابت شدہ مسلمات کے بارے میں محض اپنے ظن و گمان کی بنیاد پر شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں مسلّمہ حقائق کے مقابلے میں ان کی کتابوں میں (Might be, Perhaps, may be, It may have so, It is assumed) کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ گویا ظن وتخمین اور قیاس آرائیوں سے کام لیتے ہیں۔ اگر ہم خالص عقل اور انصاف کی بنیاد پر ہی فیصلہ کریں تو عقل و انصاف یہی کہتا ہے کہ ایک طرف مسلمہ حقائق اور نصوص ہوں دوسری جانب اس طرح کا ظن و گمان ہو تو یقینی بات کو تسلیم کرنا چاہئے یا ظنی اور تصوراتی بات کو؟

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ مستشرقین کے بارے میں اگرچہ یہ چرچا ہے کہ وہ معروضی

اور غیر جانبدرانہ تحقیق کرتے ہیں لیکن درحقیقت یہ لوگ تقلید کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایک شخص ایک مخصوص مقصد کے تحت ایک نظریہ پیش کرتا ہے تو ان کی بہت بڑی تعداد اس کی تقلید میں وہی نظریہ اختیار کر لیتی ہے بظاہر یہ تاثر ملتا ہے کہ مستشرقین کی اتنی بڑی تعداد نے یہ نقطہ نگاہ پیش کیا ہے حالانکہ یہ نقطہ نگاہ ایک فرد کا ہوتا ہے ایک جماعت کا نہیں ہوتا۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اکثر مستشرقین اسلامیات کے بنیادی مأخذ سے واقف نہیں ہیں۔ وہ عربی زبان جانے بغیر اسلام کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہیں۔ تحقیق کا مسلمہ اصول ہے کہ کوئی بھی نقطہ نگاہ بنیادی مآخذ پر مبنی ہونا چاہئے۔ خصوصاً قرآن کی صحت جیسے اہم ترین موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے وہی بات کرنی چاہئے جو واضح، قطعی اور ناقابلِ تردید ہو۔

کسی مسئلہ پر مستشرقین کے نقطہ نگاہ کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت ہمیں اس اصولی بات کو بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ وہ کس معیار کے مآخذ سے استفادہ کرتے ہوئے کوئی نقطہ نگاہ اختیار کرتے ہیں۔ مستشرقین کے ہاں مآخذ کی تقسیم اور درجہ بندی کا کوئی اصول موجود نہیں ہے۔ مسلمانوں نے قرآن، حدیث، سیرت اور تاریخ میں باضابطہ طور پر مآخذ کی درجہ بندی کی ہے۔ شیخ عبدالحق اور دیگر لوگوں نے طبقاتِ کتب حدیث کا تعین کیا ہے۔ جو مقام پہلے اور دوسرے درجہ کی کتب حدیث کو حاصل ہے تیسرے اور چوتھے درجہ کی کتب کو حاصل نہیں ہے۔ احادیث وروایات کی قبولیت کے لئے معیار مقرر کیا ہے۔ محدثین نے قبول حدیث کے لیے کڑی شرائط رکھی ہیں۔ جرح وتعدیل کے واضح اصول موجود ہیں۔ اسماء الرجال کا علم محض اس لئے منظم ومرتب ہوا کہ جن لوگوں کے ذریعہ سے احادیث نقل ہوئی ہیں ان کے احوال کو جانا جا سکے۔ مستشرقین اس قسم کی کسی درجہ بندی سے نہ تو واقف ہیں نہ وہ تحقیق کے دوران اس طرح کی کوئی تمیز ملحوظ رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں بخاری شریف اور الجاحظ اور الاغانی میں کوئی فرق نہیں۔ اگر ان کے مطلب کی بات الاغانی جیسی غیر معتبر کتاب سے ملتی ہے اور بخاری شریف میں اس سے مختلف بات موجود ہے تو وہ الاغانی سے استفادہ کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کریں گے۔

مستشرقین ایک طرف کہتے ہیں کہ قرآن کا متن ایک طویل عرصے تک محفوظ نہیں کیا گیا دوسری طرف ولیم میور (Willium Muir) جیسا شخص پورے شد و مدّ سے ثابت کرتا ہے کہ قرآن عہدِ نبوی ﷺ میں مکمل طور پر محفوظ کر لیا گیا تھا۔ مستشرقین کے بارے میں ان بنیادی حقائق کے ذکر کے بعد اب ان کے نقطہ نگاہ کا حقائق کی روشنی میں جائزہ لیا جائے گا۔ سب سے پہلے اس پہلو پر روشنی ڈالی جائے گی کہ جمع عثمانیؓ کی بنیاد بننے والا 'مصحفِ صدیقِ اکبرؓ'، ناقص تھا یا ایک کامل نسخہ تھا۔ مصحف عثمانی کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کی حقیقت کو مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

عہدِ عثمانیؓ میں جمع قرآن

حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ حکومت تک اسلامی مملکت وسیع علاقے تک پھیل چکی تھی۔ اور عرب کے علاوہ عجم کے علاقے اسلامی حکومت کا حصہ بن چکے تھے۔ قرآن مجید لوگوں کا مرکز و محور تھا ۔ لوگوں کی سہولت کے لیے بعض مقامات پر ایک سے زیادہ طریقوں سے پڑھنے کی اجازت بھی موجود تھی۔ دوسری طرف 'سبعہ احرف' بھی موجود تھے۔ صحابہؓ ان سات حروف کے ساتھ قرآن پڑھا کرتے تھے۔ صحابہؓ نے اپنے شاگردوں کو بھی انہی کے مطابق پڑھایا۔ جب اسلامی مملکت کی حدود عجم تک وسیع ہوئیں تو صحابہؓ ان علاقوں میں بھی پھیل گئے۔ ہر مفتوحہ علاقے میں سرکاری طور پر معلمین متعین کئے جاتے تھے(45) اس طرح معلم صحابہؓ کے ذریعے سبعہ احرف کے مطابق قرآن پڑھنے والے صحابہؓ عرب و عجم کے وسیع علاقے میں پھیل گئے۔ جب تک لوگ سبعہ احرف کی حقیقت سے آگاہ تھے اس وقت تک مسئلہ پیدا نہ ہوا۔ لیکن جب یہ اختلاف دور دراز علاقوں تک پھیل گیا اور جن لوگوں پر یہ بات واضح نہ تھی کہ سبعہ احرف کی سہولت کا اصل مقصد کیا تھا۔ اور یہ بات ان میں پوری طرح مشہور نہ ہو سکی کہ قرآن کریم سات حروف میں نازل ہوا ہے تو اس وقت لوگوں میں جھگڑے کھڑے ہونے لگے۔ بعض لوگ اپنی قراءت کو صحیح اور دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دینے لگے(46) ان جھگڑوں سے ایک طرف تو یہ خطرہ تھا کہ لوگ قرآن کریم کی متواتر اور جائز قراءتوں کو غلط قرار دینے کی سنگین غلطی میں مبتلا ہو جائیں گے دوسری طرف یہ مسئلہ

بھی تھا کہ حضرت زید بن ثابت ؓ کے لکھے ہوئے ایک نسخہ، جو مدینہ طیبہ میں موجود تھا، کے علاوہ پورے عالم اسلام میں کوئی معیاری نسخہ موجود نہ تھا جو پوری امت کے لیے معیار اور حجت بن سکے۔ کیونکہ اس نسخے کے علاوہ دوسرے نسخے انفرادی طور پر لکھے ہوئے تھے اور ان میں ساتوں حروف کو جمع کرنے کا کوئی اہتمام نہیں تھا۔ اس لئے جھگڑوں کے حل کی کوئی قابل اعتماد صورت یہی تھی کہ ایسے نسخے پورے عالم اسلام میں پھیلا دئے جائیں جن میں ساتوں حروف جمع ہوں اور انہیں دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ کونسی قراءت درست اور کونسی غلط ہے؟ متن قرآن پر کسی اختلاف سے بچنے کے سلسلے میں یہ عظیم الشان کارنامہ حضرت عثمان غنی ؓ کے ہاتھوں رونما ہوا۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی ؓ نے اسی وقت لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ

"أنتم عندي تختلفون فيه وتلحنون فمن نأى عني من أهل الأعصار أشد فيه اختلافاً وأشد لحناً، اجتمعوا يا أصحاب محمد (ﷺ)! فاكتبوا للناس إماماً." (47)

تم لوگ مدینہ منورہ میں میرے قریب ہوتے ہوئے قرآن کریم کی قراءتوں کے بارے میں ایک دوسرے کی تکذیب اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ تو اور بھی زیادہ تکذیب و اختلاف کرتے ہوں گے۔ لہٰذا تم لوگ مل کر قرآن کریم کا ایک ایسا نسخہ تیار کرو جو سب کے لیے واجب الاقتداء ہو۔

مصحف عثمان غنی ؓ کے بارے میں اس وضاحت سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ قرآن مجید کا ایک مصحف تیار کروانے کی اس وقت اشد ضرورت تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ حضرت عثمان غنی ؓ نے اپنی سیاسی پالیسی یا ذاتی مقاصد کے لئے یہ سب کچھ کیا۔ آذربائیجان سے واپسی کے فوراً بعد حضرت حذیفہ بن الیمان ؓ کا امیر المؤمنین کے پاس آنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ اس اختلاف سے بڑے پریشان تھے۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان غنی ؓ کے سامنے یہ مسئلہ اس انداز سے پیش کیا کہ وہ بھی اس کی سنگینی کو فوراً سمجھ گئے۔ اس صورتحال میں حضرت عثمان غنی ؓ نے یہ محسوس کیا کہ اگر یہی صورت حال برقرار رہی اور انفرادی مصاحف ختم کر کے قرآن کریم کے معیاری نسخے عالم اسلام میں نہ پھیلائے گئے تو زبردست فتنہ رونما ہو جائے گا۔ اس لئے انہوں نے

مندرجہ ذیل کام کیئے۔

قرآن کریم کے سات معیاری نسخے تیار کروائے اور انہیں مختلف اطراف میں روانہ کیا۔

یہ سات نسخے درحقیقت حضرت ابوبکر صدیق ؓ والے نسخے کی نقل تھے۔ متن کے اعتبار سے ان دونوں مصاحف میں کوئی فرق نہ تھا۔ صرف رسم الخط کا فرق تھا۔ اس میں قریش کی لغت کو بنیاد بنایا گیا۔ ان مصاحف کا رسم الخط ایسا رکھا کہ اس میں' ساتوں حروف' سما سکیں۔ چنانچہ یہ مصاحف نقاط اور حرکات سے خالی تھے اور انہیں سبعہ احرف میں سے ہر حرف کے مطابق پڑھا جا سکتا تھا۔ جمع عثمانی کی حقیقی نوعیت صرف یہ نہیں ہے کہ وہاں نسخ ہوا تھا بلکہ وہ بھی ایک باقاعدہ جمع تھی۔ جتنے انفرادی نسخے لوگوں نے تیار کر رکھے تھے ان سب کو نذر آتش کر دیا گیا۔ اگر لوگوں کے انفرادی نسخے باقی رہتے تو اختلاف کی بنیاد باقی رہتی۔ لوگ پھر بھی الگ الگ نسخوں کو بنیاد بنائے رکھتے۔ اس لئے انہیں ختم کرنا ہی قرین مصلحت تھا۔

یہ پابندی عائد کر دی کہ آئندہ جو نسخے لکھے جائیں وہ اسی کے مطابق تیار کیئے جائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے تیار کردہ نسخے میں الگ الگ سورتیں تھیں۔ حضرت عثمان غنی ؓ نے ان سورتوں کو مرتب کر کے ایک مصحف کی شکل دے دی۔ (48)

ان اقدامات سے ان کا مقصد یہ تھا کہ تمام عالم اسلام میں رسم الخط اور ترتیب سوَر کے اعتبار سے تمام مصاحف میں یکسانیت ہو۔ اس بات کی وضاحت حضرت علی ؓ کے ایک قول سے ہو جاتی ہے۔ جو ابن ابی داؤد نے کتاب المصاحف میں نقل کی ہے:

> **قال علي: لا تقولوا في عثمان إلّا خيراً، فواللہ! ما فعل الذي فعل في المصاحف إلا عن ملإ منا. قال: ما تقولون في هٰذهِ القرائة فقد بلغني أن بعضهم يقول: إن قرائتي خير من قرائتک وهذا يكاد أن يكون كفراً. قلنا: فما ترىٰ؟ قال: أرىٰ أن نجمع الناس علىٰ مصحف واحد فلا تكون فرقة ولا اختلاف. قلنا: فنعم ما رأيت. (49)**

''حضرت علیؓ نے فرمایا حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے علاوہ نہ کہو کیونکہ انہوں نے اللہ کی قسم مصاحف کے بارے میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں کیا۔ انہوں نے ہم سب سے مشورہ کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ ان قراءتوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ کیونکہ مجھے اطلاعات مل رہی ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے حالانکہ یہ ایسی بات ہے کہ جو کفر کے قریب تر پہنچتی ہے۔''

اس پر ہم نے حضرت عثمان غنیؓ سے کہا کہ پھر آپؓ کی رائے کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں تا کہ کوئی افتراق و اختلاف باقی نہ رہے۔ ہم سب نے کہا کہ آپ نے بڑی اچھی رائے قائم کی۔''

اس روایت میں حضرت عثمان غنیؓ کے الفاظ 'أن نجمع الناس علی مصحف واحد' ہمارے موضوع کے اعتبار سے خاص توجہ کے حامل ہیں کہ آپ نے یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ ہم ایک مصحف تیار کرنا چاہتے ہیں جو پورے عالم اسلام کے لیے یکساں اور معیاری ہو اور اس کے بعد کسی صحیح قراءت کے انکار یا منسوخ یا کسی شاذ قراءت پر اصرار کی کسی کے پاس گنجائش باقی نہ رہے۔

علامہ مقری اپنی کتاب نفح الطیب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ کے تیار کروائے ہوئے مصحف پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے:

هٰذا ما أجمَعَ عَلَيهِ جَماعَةٌ مِن أصحابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنهُم زَيد بنُ ثَابتٍ وَ عَبدُالله ابنُ زبَير وَسعَيد بنُ العَاصِ . (50)

اس کے بعد دیگر صحابہؓ کے نام بھی درج ہیں جنہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے اس کام پر اجماع کیا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو امت مسلمہ میں عظیم محقق اور بلند پایہ عالم کی حیثیت حاصل ہے ہمارے اس موضوع زیر نظر کے بارے میں آپؒ فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا۔ مشاہدہ سے معلوم ہوا کہ حفاظت خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ چند صالح بندوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی گئی کہ وہ اس کی جمع و تدوین کی خدمت سرانجام دیں اور تمام دنیا کے مسلمان ایک نسخہ قرآنی پر متفق ہو جائیں اور عظیم جماعتیں اس کی تعلیم وتلاوت میں مشغول رہیں تاکہ سلسلہ تواتر ٹوٹ نہ جائے۔ اس کی تکمیل اس طرح ظہور میں آئی کہ عہدِ عثمان غنیؓ میں صحابہ کرامؓ کے مشورہ اور اجماع سے تمام مصاحف میں سے ایک مصحف (جو عثمانؓ نے مصحف صدیقؓ سے نقل کر کے تیار کروایا تھا) پر اتفاق کیا گیا۔ جس میں شاذ قراءتیں نہیں لی گئیں بلکہ متواتر قراءتیں ہی لی گئیں اور قبائل عرب کی سات زبانوں (سبعہ احرف) میں سے جن پر قرآن مجید نازل ہوا تھا۔ (اور اس کے پڑھنے کی اجازت دے دی گئی تھی ان لوگوں کو جو لغت قریش کے پڑھنے سے عاجز ہوں) ایک لغت قریش کو لے لیا گیا اور باقی لغات کے مصحف متروک کر دیئے گئے'' (51)

شاہ ولی اللہؒ کے الفاظ کہ صحابہؓ کے 'مشورہ اور اجماع' سے ایک نسخہ تیار کیا گیا، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس سے یہی بات ثابت ہوئی کہ یہ کاروائی حضرت عثمان غنیؓ کا ذاتی کام نہ تھا بلکہ صحابہؓ ان کے ساتھ شامل تھے۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے جمع قرآن کا کام بلاوجہ نہیں کیا تھا نہ ہی اس میں آپؓ کا کوئی خصوصی مخفی مقصد تھا۔ مصحفِ عثمان غنیؓ کوئی نئی چیز نہ تھا بلکہ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نسخہ کی نقل تھا۔

ذہن میں سوال ابھرتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پورے اہتمام سے تمام مسلمانوں کی شمولیت اور اجماع سے ایک متفقہ سرکاری نسخہ قرآن تیار کروایا تھا تو حضرت عثمان غنیؓ کو 'جمع قرآن' کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس سوال کا جواب مندرجہ ذیل تفصیل سے بھی مل جاتا ہے۔

جمع صدیقؓ اور جمع عثمانؓ میں فرق بیان کرتے ہوئے علامہ ابن التین کہتے ہیں:

''حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے جمع کرنے میں یہ فرق تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس خوف سے جمع کیا تھا کہ قرآن کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ کیونکہ وہ اس وقت

متفرق و منتشر صحیفوں میں تھا۔ انہوں نے ان سب اوراق کو لے کر آیات اور سورتوں کی اسی ترتیب کے ساتھ جس ترتیب کے مطابق حضور ﷺ نے لکھوایا تھا اور پڑھایا تھا ایک شیرازہ میں جمع کردیا۔ اور حضرت عثمان غنیؓ نے جب وجوہ قراءت میں لوگوں کو اختلاف کرتے ہوئے دیکھا تو اس وقت قرآن کو صحیح قراءت کے ساتھ جو عرضہ اخیرہ کے مطابق تھی اور جس کی صحت میں مطلق شبہ نہ تھا نقل کرادیا تاکہ اختلافاتِ قراءت رفع ہوجائیں۔ انہوں نے ترتیب میں نہ تقدیم کی نہ تاخیر۔ نہ اس میں کسی تاویل کو دخل دیا۔ صرف قراءت میں لوگوں کے شبہ یا فساد کرنے سے قرآن کو محفوظ کردیا''(52)

اسی طرح کے مزید بیانات علامہ ابن التین (53)، قاضی ابوبکر (54) اور علامہ محاسبی (55) اور علامہ عینی (56) سے بھی منقول ہیں۔

ان روایات کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے علمائے اسلام نے حضرت عثمان غنیؓ کے عمل کی یہی تشریح کی ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کا مقصد قرآن مجید کے کسی 'حرف' کو ختم کرنا نہ تھا بلکہ انہیں تو اس بات کا افسوس تھا کہ بعض لوگ درست حروف کا انکار کررہے ہیں۔ اور بعض لوگ آپس میں جھگڑنے لگے تھے۔ اسی مقصد کے لیے آپؓ نے معیاری نسخہ تیار کروایا۔ یہی نقطہ نگاہ ابن حزمؒ نے الفصل في الملل (57) میں، مولانا عبدالحقؒ نے تفسیر حقانی (58) کے مقدمہ البیان میں اور علامہ زرقانیؒ نے 'مناھل العرفان' (59) میں نقل کیا ہے۔ آپؓ نے تو ایسا رسم الخط اختیار فرمایا کہ اس کے اختیار کرنے سے ایک ہی لفظ کو تمام جائز حروف میں پڑھنے والے اپنے اپنے 'حرف' کے مطابق پڑھ سکیں۔ یہ اقدام 'سبعہ احرف' کو محفوظ کرنا تھا نہ کہ انہیں ضائع کردینا۔

کیا حضرت عثمان غنیؓ نے سیاسی مقاصد کے لئے قرآن جمع کروایا تھا؟

کیا حضرت عثمان غنیؓ نے سیاسی مصلحت اور مقاصد کے تحت قرآن مجید کا نسخہ تیار کروایا تھا؟

اس اعتراض کا ردّ ہم مندرجہ ذیل حقائق کی روشنی میں کرسکتے ہیں:

یہ کاروائی محض آناً فاناً عمل میں نہیں آگئی بلکہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کی شکایت اور حالات کی سنگینی کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے ایک مصحف کی تیاری کا حکم فرمایا تھا۔ آپؓ نے یہ

کارروائی اکیلے ہی نہیں کی بلکہ صحابہ ؓ کا مشورہ اس میں شامل تھا۔

حضرت عثمان غنی ؓ نے یہ کارروائی ذاتی طور پر نہیں کی بلکہ اس کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ بخاری شریف اور الاتقان میں ان حضرات کی تعداد چار بیان کی گئی ہے۔ ان میں حضرت زید بن ثابت ؓ، حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ، حضرت سعید بن العاص ؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام شامل تھے۔ (60) جبکہ ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین کے طریق پر کثیر بن افلح سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا جس وقت حضرت عثمان غنی ؓ نے مصحف لکھوانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اس غرض سے بارہ مشہور آدمی قریش اور انصار میں سے جمع کئے اور ان کے ذمہ یہ کام لگایا کہ وہ قرآن لکھیں (61)

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے فتح الباری میں اس سلسلے میں تفصیلات بیان کی ہیں اور ان دو متناقض روایات کی وضاحت کی ہے کہ اس کمیٹی کے ارکان کی تعداد چار تھی یا بارہ؟ ان کی اس وضاحت کا خلاصہ یہ ہے کہ بنیادی طور پر یہ کام چار اصحاب ؓ ہی کے سپرد تھا لیکن دیگر صحابہ ؓ کو بھی ان کی مدد پر مامور کر دیا گیا تھا۔ ان اصحاب میں ابی ابن کعب ؓ، کثیر بن افلح ؓ، مالک بن ابی عامر ؓ، انس بن مالک ؓ، ابن عباس ؓ وغیرہ شامل تھے۔ (62)

بارہ اصحاب ؓ والی روایت کا تنقیدی جائزہ صبحی صالح نے 'مباحث فی علوم القرآن' میں لیا ہے۔ وہ اس روایت کو معتبر نہیں سمجھتے ڈاکٹر صبحی صالح نے اس ضمن میں مستشرقین جن میں بلاشر وغیرہ شامل ہیں، کے خیالات کا بڑے مؤثر انداز سے ردّ کیا ہے۔ آئندہ سطور میں ہم مستشرقین کے اس موقف کا ردّ ڈاکٹر صبحی صالح کے بیان کی روشنی میں کریں گے کہ حضرت عثمان غنی ؓ نے محض سیاسی مقاصد کے حصول اور سیاسی پالیسی کے طور پر قرآن میں مداخلت کی تھی اور اپنی مرضی کا ایک نسخہ تیار کروالیا تھا۔ اور اس کمیٹی کے ارکان، حضرت عثمان غنی کے آلہ کار بن گئے اور گٹھ جوڑ کر کے ایک نیا نسخہ تیار کرلیا۔ (63)

اس سلسلے میں بلاشر پیش پیش ہے جس نے جمع و تدوین قرآن کے بارے میں حضرت عثمان غنی ؓ کی نیت پر حملے کئے ہیں یہ تمام حملے بالکل بے بنیاد ہیں۔ مستشرقین کے پاس کوئی بنیاد

نہیں ہے کہ جس سے ثابت کیا جاسکے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے پیش نظر سیاسی مقاصد کا حصول تھا اور آپ نے یہ کاروائی اس لئے بھی کی کہ مہاجرین کی اہمیت جتائی جاسکے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صبحی صالح نے بلاشر کا حوالہ دیا ہے۔(64)

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ یہ اتہام محض مستشرقین کی الزام تراشی ہے اور عبث قیاس آرائیوں کا آئینہ دار ہے اور کسی تاریخی روایت سے ان کے اس دعویٰ کی تائید نہیں ہوتی۔ کوئی دانشمند شخص یہ بات درست تسلیم نہیں کرسکتا کہ امام بخاری جیسے محدث کے مقابلے میں جو کہ ثقاہت وامانت اور حفظ وضبط میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، مستشرقین کی ان بے سروپا باتوں کو ترجیح دی جائے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اس سلسلے میں جو کمیٹی بنائی تھی اس بارے میں بھی مستشرقین نے بے سروپا باتیں کی ہیں۔ یہ کمیٹی چار حضرات پر مشتمل تھی(65) ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ محدث ابن ابی داؤد ایک ہی مسئلہ کے بارے میں مختلف روایات نقل کرنے کے شائق رہتے ہیں اگرچہ ان میں واضح تضاد پایا جاتا ہو اس پر مزید یہ کہ وہ مسئلہ زیر بحث میں امام بخاریؒ کی ذکر کردہ چار اشخاص پر مشتمل کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں جو دو صحابہؓ حضرت زید بن ثابتؓ اور سعید بن العاصؓ پر مشتمل تھی۔ اس طرح ایک کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں جو بارہ صحابہؓ پر مشتمل تھی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان کے ان خیالات پر ایک مستشرق ہی نے کلام کیا ہے۔ یہ مستشرق شچوالے(Schwally) ہے۔ اس نے جرح وقدح کی ہے۔ مستشرق بلاشر(Blachere) اس پر تعجب وحیرت کا اظہار کرتا ہے کہ ابن ابی داؤدؒ نے ایک ایسی کمیٹی کا بھی ذکر کیا ہے جس کے ایک رکن حضرت ابی بن کعبؓ بھی تھے۔ حالانکہ وہ اس کاروائی سے دو برس قبل وفات پا چکے تھے(66) کمیٹی کی تشکیل اور اس کے ارکان کی تعداد میں اس طرح کی روایات کا ذکر کرنے کا مقصد ان کے نزدیک یہ ہے کہ حفاظت قرآن کی ساری تاریخ کو مشکوک بنا دیا جائے۔

اس کمیٹی کے ارکان کی تعداد کے علاوہ مستشرقین نے ان حضرات کی ذات پر بھی اعتراضات کئے ہیں۔ اس سلسلے میں بلاشر نے طرح طرح کی قیاس آرائیوں سے کام لیا ہے وہ

پہلے تینوں قریشی صحابہ ؓ کو حضرت عثمان غنی ؓ کی طرح امراء وخواص میں شمار کرتا ہے۔ یہ مستشرقین یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ حضرت عثمان ؓ کی شخصیت و کردار کا کیا عالم تھا اس معاشرے کا نقشہ بھی ان کے ذہنوں میں موجود نہیں ہے۔ اس معاشرے میں عوام اور خواص کا تصور کہاں باقی رہ گیا تھا۔ اس معاشرے میں تو خلیفہ رسول اللہ ﷺ، خلیفہ ہوتے ہوئے لوگوں کی بکریوں کا دودھ دوھا کرتے تھے۔ خلیفہ ثانی جن کی ہیبت سے دشمنوں کے دل کانپتے تھے۔ راتوں کو بھیس بدل کر لوگوں کی خدمت کے لیے مدینہ کی گلیوں کا چکر لگایا کرتے تھے۔ ہم خود مستشرقین کی کتابوں سے ایسی سینکڑوں مثالیں پیش کر سکتے ہیں کہ یہ بزرگ تقویٰ اور پرہیز گاری میں کس مقام پر فائز تھے۔ کیا یہ لوگ تقویٰ کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہوئے بھی قرآن میں من مانی تبدیلیاں کرنے کی خاطر مختلف حربے اختیار کر سکتے تھے۔ اس معاشرے میں نہ اس قسم کی کسی کاروائی کا امکان ہوسکتا تھا اور نہ ہی 'خواص وعوام' کی کوئی تقسیم وہاں موجود تھی۔ جہاں حضرت عمر ؓ جیسی شخصیت سے برسر منبر مواخذہ ہوسکتا تھا وہاں حضرت عثمان غنی ؓ کی اس قسم کی کاروائیوں پر لوگ کیسے خاموش رہ سکتے تھے؟(67)

بلاشر مزید لکھتا ہے کہ یہ تینوں مکی صحابہ ؓ، حضرت عثمان غنی ؓ کے رشتہ دار تھے۔ اس لئے وہ ایک مشترکہ مصلحت کے حصول کی خاطر باہم متفق ہو گئے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کتابت قرآن کے کام کی تکمیل کسی ایسے شخص کے ہاتھوں ہو جو مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا رہنے والا ہو۔ بلاشر اس من گھڑت قصہ کی تکمیل یوں کرتا ہے کہ حضرت زید بن ثابت ؓ ان مکی صحابیوں ؓ کے ہم خیال بن گئے تھے اور ان کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ حضرت زید ؓ جانتے تھے کہ وہ قریش مکہ کے طبقہ خواص میں شامل نہیں ہیں اس لئے وہ ان صحابہ ؓ کی خوشامد کو قرین مصلحت خیال کرتے تھے۔(68)

بلاشر کے یہ خیالات دور از عقل وقیاس اور لایعنی ہیں ان خیالات میں تناقض وتضاد پایا جاتا ہے۔ اگر ہم صحابہ ؓ کے معاشرے کے تقویٰ اور احتیاط کی ایک جھلک ذہن میں رکھیں تو اس قسم کی حرکت کسی ذی ہوش انسان کے قلب و دماغ سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے نظریات کے بطلان کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ بلاشر نے حضرت زید بن ثابت ؓ کو تینوں

کی صحابہؓ کے ساتھ گٹھ جوڑ میں ملوث کر کے انہیں بلاوجہ متہم کیا ہے۔ اس کی کوئی نقلی یا عقلی دلیل موجود نہیں ہے۔ بلاشر کے خیالات کے ردّ کے لیے مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں۔

تحقیق ہمیشہ استدلال کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ استدلال یا تو تاریخی شواہد کی بنا پر ہوتا ہے یا مختلف شواہد سے بالواسطہ طور پر نتائج اخذ کئے جاتے ہیں لیکن بلاشر کے اس نقطہ نگاہ کے پیچھے کوئی بلا واسطہ یا بالواسطہ استدلال موجود نہیں ہے۔ دوسری طرف انصاف اور اصول کا تقاضا ہے کہ جب وہ کوئی دلیل اپنے نقطہ نگاہ کی تائید میں پیش نہیں کرتا تو اس کی بات تسلیم نہ کی جائے۔ خصوصاً جب وہ ایسی بات کر رہا ہو جو مسلّمات کے برعکس ہو۔ اس صورت میں مسلمانوں ہی کے اس نقطہ نگاہ کو درست تسلیم کیا جائے گا کہ حضرت عثمان غنیؓ کی اس کاروائی کے پیچھے نہ کوئی سازش کارفرما تھی، نہ کوئی گٹھ جوڑ ہوا اور نہ ہی اس کاروائی سے حضرت عثمان غنی خصوصی اغراض حاصل کرنا چاہتے تھے(69)

بلاشر (Blachare) لکھتا ہے:

> ''اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ کمیٹی کے ارکان کو اپنی ذمہ داری کا پورا پورا احساس تھا۔ اگرچہ وہ ان دنوں تنقید و تبصرہ کے طرز و انداز سے پوری طرح آشنا نہ تھے''(70)

اس کی دونوں باتوں میں تضاد ہے ایک طرف ان کو ذمہ دار اور متقی قرار دیتا ہے اور دوسری طرف قرآن جیسی کتاب میں تحریف کی سازش میں ملوث قرار دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک بات ہی درست ہوسکتی ہے اور ہم اس بات کو درست کہیں گے جسے تاریخ اور دلائل و شواہد درست قرار دیں۔

ہم اس سلسلے میں ولیم میور کی وضاحت بھی پیش کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنے ساتھی مستشرقین کے موقف کو ردّ کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ اس نظر ثانی میں علماء نے آیات اور قراءتوں میں سے ایک ایک آیت کا پہلے نسخے سے مقابلہ کیا (71) اس کمیٹی میں قریشی صحابہؓ ہی کو اس لئے شامل کیا گیا کہ قرآن انہی کے لب ولہجہ میں نازل ہوا تھا۔ (72) میور نے بھی اس مصحف کی تیاری کا یہ جواز تسلیم کیا ہے کہ آذربائیجان میں لوگوں کے اندر قرآن کی تلاوت پر اختلافات دیکھنے میں آئے تھے۔(73)

حضرت عثمان غنی ؓ نے دیگر چند لوگوں سے مل کر اپنی پسند کا ایک نسخہ تیار کروالیا تھا اس الزام کا ردّ ہم مندرجہ ذیل حقائق کی روشنی میں بھی کر سکتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق کے زمانے میں جب حضرت زید بن ثابت ؓ نے تدوین قرآن کے کام کا آغاز کیا تو حضرت عمر فاروق ؓ نے تدوین قرآن کمیٹی کے سامنے آیت رجم پیش کی۔ لیکن حضرت زید بن ثابت نے اسے قرآن میں شامل نہیں کیا۔ اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ مستشرقین بیان کرتے ہیں تو حضرت عمر ؓ اپنی حیثیت استعمال کر کے یہ آیت قرآن میں شامل کروا سکتے تھے۔ لیکن یہ آیت چونکہ قرآن کا حصہ نہ تھی اس لئے اسے شامل قرآن نہیں کیا گیا۔ (یہ اب منسوخ ہو چکی تھی)

حضرت زید بن ثابت ؓ کہتے ہیں کہ سورۃ التوبہ کی آخری آیت: ﴿لَقَدْ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُم......﴾ [التوبۃ: ۱۲۸] صرف ایک صحابی ؓ سے ملی۔ لیکن جب تک اس آیت کے بارے میں بھی وہ شرائط پوری نہ ہوئیں جو اس وقت ملحوظ رکھی جا سکتی تھیں اس وقت تک اسے قرآن میں شامل نہیں کیا گیا۔ یہی معاملہ عہد حضرت عثمان غنی ؓ میں سورۃ الاحزاب کی آیت ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عٰهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ......﴾ [الأحزاب: ۲۳] کے ساتھ پیش آیا تھا۔ (74)

اگر حضرت عثمان غنی ؓ کے کچھ ذاتی مخصوص مقاصد تھے تو ان کی تکمیل کے لیے دوسرے صحابہ ؓ کو ان صحابہ کی بجائے، کمیٹی میں شامل کر کے اپنے مقصد کی تکمیل کر سکتے تھے۔

مشہور مستشرق اسپرنگر نے مسلمانوں کے فن اسماء الرجال جو انہوں نے حضور اکرم 1 کے ارشادات کو محفوظ کرنے کے لئے جاری کیا تھا اور جس کی مثال دنیا کی کوئی اور قوم پیش نہیں کر سکی، کے بارے میں لکھتا ہے۔ ''مسلمانوں نے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے اقوال کو محفوظ کرنے کے لیے پانچ لاکھ لوگوں کے حالات زندگی محفوظ کر لئے۔'' (75) ایسی محتاط قوم سے یہ بات کیونکر منسوب کی جا سکتی ہے کہ اس نے ملی بھگت کر کے قرآن کریم میں تغیر و تبدل کر لیا۔ کیا حضرت عثمان غنی ؓ نے وہ آیات قرآن مجید سے حذف کر دی تھیں جن میں حضرت علی ؓ اور اہل بیت کے مناقب بیان کئے گئے تھے؟ (76)

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل حقائق پیش کئے جا سکتے ہیں:

یہ اعتراض عقل کے سراسر خلاف ہے۔حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی ؓ نے جو مصحف تیار کروایا اس پر تمام امت نے اتفاق کیا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ کسی بھی حلقے سے اس سے اختلاف نہیں کیا گیا۔صرف عبداللہ بن مسعودؓ نے اس بات پر اعتراض کیا تھا کہ انہیں جمع قرآن کی کاروائی میں شریک کیوں نہیں کیا گیا۔قرآن کے متن میں کسی طرح کی کمی بیشی کا اعتراض کسی بھی حلقے کی جانب سے نہیں کیا گیا۔حضرت عثمان غنی ؓ کے ساتھ خاندانی چپقلش رکھنے والے اور انہیں شہید کرنے والے لوگوں میں سے کسی نے آپؓ پر اس پہلو سے اعتراض نہیں کیا کہ آپؓ نے قرآن میں کمی بیشی کر دی ۔خصوصاً بنوامیہ اور حضرت علی ؓ کے ساتھیوں کے درمیان مخاصمت کو ذہن میں رکھیں تو نظر آتا ہے کہ اتنے شدید اختلافات کے باوجود حضرت علیؓ کے ساتھی اسی قران پر متفق رہے جسے بعد میں انہی لوگوں نے 'صحیفہ عثمانی' کا نام دیا۔نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام فرقے قرآن کی صیانت اور عصمت پر متفق ہیں۔

حضرت ابوبکرصدیق ؓ اور حضرت عثمان غنی ؓ جنہوں نے قرآن دومرتبہ لکھادونوں کے عہد میں حضرت علیؓ موجود تھے۔لیکن کبھی بھی قرآن کے بارے میں اختلاف نہیں ہوا نہ ہی حضرت علیؓ نے کوئی اختلاف کیا۔

حضرت ابوبکرصدیق ؓ ،حضرت عمرفاروق ؓ اور حضرت عثمان غنی ؓ میں سے کسی کا دور بھی جبروتشدد کا دور نہ تھا کہ حضرت علی ؓ مجبوراً چپ ہوگئے ہوتے ۔نہ ہی اس بات کا امکان ہوسکتا تھا کہ قرآن سے آیات ومضامین حذف کئے جارہے ہوں اور لوگ خاموشی سے بیٹھے ہوں۔بات انہی اہل بیت کے بارے میں کی جارہی ہے جنہوں نے ایک شخص یزید کی بیعت محض اس بنا پر نہ کی کہ وہ فاسق وفاجر تھا اور اسی فاسق کے خلاف لڑتے ہوئے اپنے پورے خاندان کی جانیں لٹادیں۔

اگر حضرت علی تینوں خلفائے راشدین ؓ کے عہد میں کچھ نہ کر سکے تو بعد میں جب وہ خود خلیفہ بنے تو اس وقت بھی تو وہ سب کچھ کر سکتے تھے۔اس وقت تو انہیں کوئی روکنے والا نہ تھا۔ بلکہ اگر وہ ایسا کر دیتے کہ بقول مستشرقین اصل قرآن ،امت کو لوٹا دیتے تو وہ امت کے ہیرو بن جاتے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ 'جامع القرآن' کا خطاب تو حضرت ابوبکرصدیق ؓ اور حضرت عثمان

غنی ؓ کو دیا ہے(77) حضرت علی ؓ امت سے کہہ سکتے تھے کہ لوگو! یہ ہے قرآن کا وہ حصہ جو پہلے تینوں خلفاء نے غائب کر دیا تھا اور اس کا صرف مجھے ہی علم تھا۔ ہم تو اس کے بالکل برعکس دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پورے عہد حکومت میں کبھی اس کا تذکرہ تک نہیں کیا بلکہ ہمیں تو اس کے بالکل برعکس بیانات ملتے ہیں۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ حضرت علی ؓ جرأت مند انسان تھے۔ کیا کوئی شخص یہ بات گوارا کر سکتا ہے کہ حضرت علی ؓ کے بارے میں کوئی تاثر قائم کرے کہ انہوں نے تحریف قرآن کی کاروائی آنکھوں سے دیکھ لی اور کسی کو روکا تک نہیں یا بزدلی یا مصلحت کا مظاہرہ کیا۔ قرآن مجید تو ان کے بارے میں کہتا ہے: ﴿يُجَاهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾[المائدۃ:۵۴]

''وہ جہاد کرتے ہیں اللہ کی راہ میں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوتے''

رمضان المبارک کی راتوں میں جب ابی بن کعب ؓ لوگوں کی امامت کرواتے اور قرآن مجید سناتے تھے اس وقت حضرت علی ؓ ان کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہوتے تھے(78) اگر قرآن میں کوئی ردّ بدل ہوتا تو آپ ؓ اسی وقت اعتراض کر سکتے تھے۔

یہ بات بڑی مضحکہ خیز ہے کہ حضرت عثمان غنی ؓ نے قرآن مجید میں ردّ بدل کر دیا تھا۔ اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ حضرت عثمان غنی ؓ نے جبر کے ذریعے قرآن کریم کے قدیم نسخے معدوم کر دیئے تو یہ بات دیکھنا ضروری ہے کہ آیا حضرت عثمان ؓ کا دخل اس قدر بڑھا ہوا تھا اور ان کی طاقت اس قدر وسیع ہوگئی تھی کہ اتنی بڑی قوم کے قبضہ اور حافظہ سے ہر ایک سورت اور ہر آیت کو انہوں نے مٹا دیا۔ گویا انہوں نے دیگر مصاحف جبر کے ذریعے ختم نہیں کیے بلکہ اس کام میں لوگوں کی مرضی شامل تھی کیونکہ ایسا کرنا ہی قرین عقل تھا۔

اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود ؓ جیسے لوگوں سے قرآن کے نسخے چھین لئے تھے تو یہ کیوں کر سمجھا جا سکتا ہے کہ مصحف ابن مسعودؓ کی جو نقلیں عام مسلمانوں میں مشتہر اور مروج ہو چکی تھیں وہ بھی انہوں نے سب لوگوں سے واپس لے لی ہوں۔ یہ بات

ثابت شدہ ہے کہ مسلمانوں میں لاتعداد نقلیں اس وقت تک عام ہو چکی تھیں۔ اگر ایسی ہی بات ہوتی تو یہ لوگ تو حق کے لیے بڑے دلیر تھے وہ مقابلہ کر کے اس تحریف کو روک سکتے تھے۔ یہ بات سب کو معلوم ہی ہے کہ مسلمانوں نے تو جس بات کو بھی حق سمجھا اس کے لیے جنگ کرنے سے بھی احتراز نہیں کیا۔

اگر ہم بطور تنزل اتنا بھی مان لیں کہ ان میں سے کسی مسلمان کو حضرت عثمانؓ کے نسخہ قرآن میں کوئی نقص معلوم ہوا تھا۔ تو وہ اتنا ضرور کرتا کہ (اور یہ کرنے میں اس کے لیے کوئی دقت بھی نہ تھی) جو صحیح نسخہ اس کے پاس یا کسی اور کے پاس معلوم ہوتا اس کو حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں چھپا کر ہی محفوظ کر لیتا۔ اگر کوئی ایسا کرتا تو حضرت عثمان غنیؓ کی وفات کے ساتھ ہی اس 'صحیح نسخہ' کی نقلیں فوراً پھیل جاتیں۔ خصوصاً عہد علیؓ میں تو اس کو کوئی رکاوٹ نہ ہوتی۔

مصحف عثمانیؓ کی بنیاد وہ نسخہ تھا جو اس وقت حضرت حفصہؓ کی نگرانی میں تھا(79) عقل کہتی ہے کہ اگر حضرت عثمانؓ نے قرآن میں تغیر تبدل کر دیا تھا تو پھر حضرت حفصہؓ کو ان کا مصحف واپس کبھی نہ کیا جاتا کیونکہ اس کی موجودگی میں تو حضرت عثمان غنیؓ کی ساری کاروائی رائیگاں جاسکتی تھی۔

حضرت حفصہؓ نے کبھی بھی یہ نہیں فرمایا کہ اے عثمانؓ! آپ نے تو ایک نیا قرآن تیار کرلیا ہے حالانکہ میرا مصحف تو کچھ اور تھا۔

''حضرت عثمان غنیؓ نے باقی تمام مصاحف نذر آتش کر دیئے'' اور اس کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے تیار کروائے ہوئے نسخے کو کوئی چیلنج نہ کر سکے لیکن اتنی بات تو تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے کہ حضرت حفصہؓ والا نسخہ مروان بن حکم کے دور تک موجود تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے قرآن کے نسخے کی تیاری (24ھ تا 35ھ)(80) اور مروان کی کاروائی (64ھ تا 65ھ)(81) کے درمیان کئی برس کا عرصہ گزرا۔ اگر حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن میں تغیر و تبدل کروا دیا تھا تو حضرت حفصہؓ کا نسخہ قرآن کی اصل صورت میں موجود تھا۔ فوراً اصل کی کاپیاں تیار کراوئی جاسکتی تھیں۔

یہ بات بھی نا قابل تسلیم ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کا دور جبر وتشدد کا دور تھا۔ ایسا خیال کرنا تاریخی غلطی ہوگی۔ جس خلیفہ نے محض اس لئے بلوائیوں کے ہاتھوں شہادت قبول کر لی کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی انکی حفاظت کے لیے ان کے دروازے پر کھڑا ہو۔ اور ان کی حفاظت کرتے ہوئے کسی مسلمان کی جان ضائع ہو۔ وہ ہستی 'وہ محض ذاتی مقاصد کے تحت تیار کردہ قرآن' کو لوگوں میں مروّج کرنے کے لیے لوگوں پر تشدد کرے گی؟۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عثمان غنیؓ کی وفات کے بعد حضرت حفصہؓ والے نسخے سے اصل قرآن حاصل نہ کیا جاسکا کیونکہ حضرت عثمان غنیؓ کے اثرات بڑے گہرے تھے تو یہ بات بھی خلاف واقعہ ہے کیونکہ جو خلیفہ بلوائیوں کے ہاتھوں، کسی میدان میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں شہید ہو رہا ہے اور اس کی شہادت کا بدلہ بھی نہیں لیا جارہا، جبر کے زیر اثر اس کے دور س سیاسی اثرات کے بارے میں کیا تصور کیا جاسکتا ہے؟

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں کے فرقوں میں خون ریز لڑائیاں ہو رہی تھیں، اس وقت بھی ان سب کا قرآن ایک ہی تھا۔ اگر اس میں حضرت عثمان غنیؓ نے تغیر و تبدل کروایا تھا تو ان سب فرقوں کا ایک ہی قرآن پر متفق ہونا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ نے دیگر مصاحف ہی تلف کئے ہوں گے لوگوں کے حافظوں سے تو قرآن محو نہیں کیا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے 'مصحف' کے بارے میں علامہ ابن حزمؒ لکھتے ہیں:

حضرت علیؓ جو روافض کے نزدیک بہت عظیم مقام رکھتے ہیں وہ پونے چھ برس تک برسر اقتدار رہے۔ ان کا حکم چلتا تھا ان پر کیا دباؤ تھا کہ انہوں نے اصل قرآن جاری نہیں فرمایا۔ امام حسنؓ کو بھی خلافت ملی۔ وہ بھی امام معصوم سمجھے گئے ہیں ان سب باتوں کے باوجود کسی کو یہ کس طرح جرأت ہوسکتی ہے کہ ایسی بات کہے(82)

علامہ فرماتے ہیں:

''قرآن میں کوئی حرف زائد یا کم یا تبدیل ہونا، ہم کیسے تسلیم کرسکتے ہیں جب کہ قرآن میں تغیر کی وجہ سے ان حضرات پر جہاد، اہل شام سے لڑائی سے زیادہ ضروری واہم تھا''(83)

کیا حضرت عثمان غنی ؓ نے اہل بیت اور حضرت علیؓ سے متعلق آیات قرآن مجید سے نکال دی تھیں۔ مستشرقین کے اس موقف کا جواب ہم انہی کے ایک ساتھی ولیم میور کے حوالے سے پیش کرتے ہیں۔

ولیم میور (William Muir) لکھتے ہیں:

''یہ اعتراض عقل کے سراسر منافی ہے خصوصاً بنو امیہ اور دوست داران علیؓ کے مناقشات پر نظر کرتے ہوئے کہ اتنے شدید اختلاف کے باوجود دوستداران علی ؓ اسی قرآن پر متفق رہے۔ جسے بعد میں انہی لوگوں نے صحیفہ عثمانی سے نامزد کر دیا نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام شیعہ سنی فرقے قرآن کی صیانت وعصمت پر متفق ہیں''(84)

پھر حضرت ابوبکر صدیق ؓ وحضرت عثمان غنی ؓ دونوں کے عہدوں میں اسی قرآن پر اکتفا کیا گیا اور حضرت علیؓ بھی موجود تھے لیکن آپ ؓ نے کوئی معارضہ نہیں فرمایا۔

میور لکھتے ہیں آخر حضرت عثمان غنی ؓ کے لئے تحریف میں کون سے مفاد وابستہ تھے۔ خصوصاً جب کہ ایسے اقدام کی صورت میں انہیں مسلمانوں کی برہمی کا اندیشہ بھی ہوسکتا تھا۔ (85)

ولیم میور مصحف عثمانی ؓ پر اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے اس اعتراض کے بارے میں لکھتے ہیں:

حضرت عثمانؓ کے عہد میں جب قرآن پر نظر ثانی ہوئی اور پھر اسے شائع کیا گیا تو ان مسلمانوں کی کثیر تعداد موجود تھی جو رسول ﷺ کی زندگی میں حضور ﷺ سے اسی طرح قرآن کو سنتے رہے جس طرح حضرت عثمان غنی ؓ نے دوبارہ حضرت زید ؓ وغیرہ کو دکھا کر شائع کیا۔ اور ان صحابہ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ (86)

اگر حضرت علی ؓ کی عصمت پر قرآن کی آیات نازل ہوئی ہوتیں جن پر خود حضرت علی ؓ بر بنائے مصلحت خاموش ہو گئے تو لازم تھا کہ حضرت علی ؓ کے انصار واصحاب ہی حضرت عثمان غنی ؓ کی اس زیادتی پر فریاد کرتے۔ (87)

آخر میں ولیم میور لکھتے ہیں:

پس ان معارضات سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ قرآن سے کوئی ایسی آیت نظر انداز نہیں کی گئی جو حضرت علیؓ کی عصمت پر دال ہو۔اس سلسلے میں میور کا تیسرا معارضہ یہ ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کی بیعت ہوئی جو حضرت علیؓ کے غلبہ کی بین دلیل ہے۔کیا عقل باور کرسکتی ہے کہ اصحاب علیؓ ناقص قرآن پر اکتفا کر لیتے اور ناقص بھی ایسا کہ جس سے ان کے امام (حضرت علیؓ) کی فضیلت کی آیات قلم زد کر دی گئی ہوں۔آخر محبان علیؓ ایسے قرآن پر کیوں متفق ہوگئے جو ان کے مخالف اور ان کے پیشواؤں کے مقاصد بیان کرنے میں ناقص رہا۔ وہ لوگ تو اسے دینی دستاویز کے طور پر پڑھتے رہے اور اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ حضرت علیؓ نے اسی قرآن کو پھیلانے کا حکم دیا۔خود اپنے قلم سے بھی اس کے نسخے لکھے اور انہیں دور دراز علاقوں میں پھیلایا۔(88)

حضرت عثمان غنیؓ نے تو لوگوں کو متواتر اور ثابت شدہ قراءتوں پر جمع کیا تھا۔ یہ تو حقیقت ہی کے برعکس ہے کہ انہوں نے سات قراءتیں یا سبعہ احرف کو ختم کر کے ایک 'حرف' پر لوگوں کو جمع کیا تھا۔(89)

مصحف عثمانیؓ میں ایسا رسم الخط اختیار کیا گیا تھا کہ اس میں وہ ساری قراءتیں اور حروف سما سکیں۔آپ نے یہ اہتمام اس لئے کیا تھا بلکہ صحیح تر لفظوں میں آپ کے مصحف کا اصلی مقصد یہ تھا کہ شاذ قراءتوں کے پھیلنے کا سدّ باب کیا جائے اور جائز و ثابت شدہ قراءتوں میں قرآن کو محدود کیا جائے۔(90)

حضرت عثمان غنیؓ نے ایسا رسم الخط اختیار کیا جس میں 'ساتوں حروف' سما سکیں۔امام ابن حزمؒ نے اس سلسلے میں اپنی کتاب، 'کتاب الفصل في الملل والأهواء والنحل' میں مدلل بحث کی ہے اور اس قسم کے اعتراضات کا ردّ خالص عقلی اور منطقی انداز میں کیا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں قرآن میں تغیر وتبدل ہوگیا تھا۔امام موصوف نے خود یہود ونصاری کی طرف سے کئے گئے کچھ اعتراضات کا بھی ذکر کیا ہے اور پھر ان کا ردّ فرمایا ہے (91) انہوں نے مندرجہ ذیل اعتراضات نقل کئے ہیں:

مسلمان اپنی کتاب کی نقل کو کس طرح صحیح کہہ سکتے ہیں حالانکہ اس کی قراءت میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ بہت سے حروف بڑھاتے ہیں اور بعض انہیں نکال ڈالتے ہیں۔

مسلمان ایسی اسانید سے جو تمھارے یہاں انتہائی صحت کو پہنچی ہوئی ہیں روایت کرتے ہیں کہ تمھارے نبی ﷺ کے اصحاب ؓ کے چند گواہوں نے اور ان کے ایسے تابعین ؒ نے جن کی تم تعظیم کرتے ہو اور اپنا دین ان سے اخذ کرتے ہو، قرآن کو ایسے زائد مبدلہ الفاظ میں پڑھا ہے تم لوگ ان الفاظ میں پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ عبداللہ ابن مسعود ؓ کا مصحف تمھارے مصحف کے خلاف تھا۔

ان میں ایک بات یہ ہے کہ مسلمان علماء کے چند گروہ جن کی مسلمانوں کے ہاں تعظیم کی جاتی ہے اور ان سے اپنا دین اخذ کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان ؓ نے بہت سی صحیح قراءتوں کو نکال ڈالا۔ جب انہوں نے وہ مصحف لکھا جس پر انہوں نے مسلمانوں کو اکٹھا کیا اور ان سات حرفوں میں سے جن میں مسلمانوں کے نزدیک قرآن نازل کیا گیا ہے اسے صرف ایک حرف پر کر دیا۔

روافض کا دعویٰ ہے کہ نبی کریم 1 کے صحابہ ؓ نے قرآن کو بدل ڈالا۔ اور اس کو گھٹا بڑھا دیا۔(92)

علامہ ابن حزم ؒ نے ان اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے لیکن اس مقام پر ہم صرف اس پہلو کو زیر بحث لائیں گے کہ کیا حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن میں کوئی ناروا تغیر کیا تھا؟ حضرت عثمان غنی ؓ کے بارے میں علامہ ابن حزم ؒ فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ حضرت عثمان غنی ؓ نے سات میں سے چھ حروف کو مٹا دیا تھا۔(93)

وہ فرماتے ہیں:

حضرت عثمان غنی ؓ ایسے وقت میں ہوئے ہیں کہ تمام جزیرہ العرب مسلمانوں، قرآنوں، مساجد اور قاریوں سے بھرا ہوا تھا۔ قرآء حضرات بچوں، بڑوں اور دور ونزدیک کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ یمن جو ایک وسیع علاقہ تھا۔ بحرین، عمان جن کی آبادی وسیع تھی اور متعدد دیہاتوں شہروں پر مشتمل تھی مکہ، طائف، مدینہ، شام، جزیرہ، مصر، کوفہ، بصرہ، ان

تمام مقامات پر اس قدر قرآن اور قاری موجود تھے کہ ان کا شمار خدا تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اگر حضرت عثمان غنیؓ ایسا قصد کرتے بھی جیسا کہ یہ لوگ بیان کرتے ہیں تو بھی ہرگز ایسا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے تھے۔(94)

علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

یہ کہنا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے لوگوں کو ایک قرآن پر جمع کیا تو یہ بھی باطل ہے گذشتہ سطور میں قرآن، مساجد، حفاظ اور قراء کی جس کثرت کا ذکر کیا گیا ہے اس کی روشنی میں حضرت عثمان غنیؓ اس پر قادر ہی نہیں ہو سکتے تھے اور نہ انہوں نے کبھی ایسا کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہیں تو محض اس بات کا اندیشہ ہوا تھا کہ کوئی فاسق آدمی بعد میں آکر دین میں کوئی گڑبڑ نہ کر دے۔ یا اہل خبر میں سے ہی کوئی شخص وہم کا شکار ہو کر قرآن مجید کا کوئی حصہ بدل ڈالے۔ کسی بھی صورت میں ایسا اختلاف ہو سکتا تھا کہ جو گمراہی تک پہنچا دے۔ انہوں نے قرآن لکھ کر مختلف سمتوں میں بھجوائے کہ اگر کہیں اختلاف پیدا ہو تو اس نسخے کی طرف رجوع کر لیں۔ کیونکہ یہ نسخے محض حضرت عثمان غنیؓ کی ذاتی صوابدید کے مطابق نہیں لکھے گئے تھے بلکہ تمام صحابہؓ کے متفقہ نسخے تھے۔

علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ نے چھ حروف مٹا دیئے وہ جھوٹ بولتے ہیں جیسا کہ گذشتہ سطور میں واضح کیا گیا ہے اگر حضرت عثمان غنیؓ ایسا کرنا چاہتے بھی تو وہ اس پر قادر ہی نہ تھے۔ پھر مسلمانوں کا تو متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن سے کسی ایک شوشے کو بھی خارج کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے یہ ساتوں حروف ہمارے ہاں اس وقت بھی موجود ہیں جیسے یہ پہلے دن موجود تھے۔ یہ سبعہ احرف مشہور و ماثور قراءتوں کی شکل میں آج بھی محفوظ و ثابت ہیں۔

حضرت عثمان غنیؓ کے قرآن بدل دینے کے بارے میں امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک لاکھوں قرآن موجود تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ لاکھ کوشش کرتے تب بھی وہ تمام کے تمام قرآن سرکاری تحویل میں نہیں لے سکتے تھے۔ جب اتنی کثیر آبادی اور وسیع علاقے کے

لوگوں کو ایک انداز سے قرآن یاد ہوگا تو حضرت عثمانؓ کی تبدیلی کی کوئی حیثیت نہ ہوتی۔

علامہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی نابغہ یا زہیر کے شعر میں کوئی کلمہ گھٹانا بڑھانا چاہے تو بھی قادر نہ ہوگا اور اس تبدیلی کرنے والے شخص کا پول جلد ہی کھل جائے گا اور ثابت شدہ نسخے اس کی مخالفت کریں گے۔ پھر قرآن جو کہ لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے اس میں اس قسم کی تبدیلی کیوں کر ممکن ہوسکتی ہے۔

مستشرقین نے تمام زور استدلال اس پر صرف کر دیا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کا مصحف نا قابل اعتبار، غیر مرتب اور نامکمل تھا۔ اس کے لیے وہ مختلف قسم کے حربے اختیار کرتے ہیں گذشتہ صفحات میں ہم نے اس اعتراض کا تحقیقی جائزہ پیش کر دیا ہے کہ حضرت علیؓ اور اہل بیت کے مناقب والے حصے حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن سے نکال دیئے تھے۔ اسی طرح اس نقطہ نگاہ کا جواب بھی دے دیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے 6/7 حصہ قرآن ضائع کر دیا تھا۔ اس مقصد کے لیے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی کئی ایک آیات اب قرآن مجید میں موجود نہیں ہیں جو پہلے موجود تھیں۔

اعتراض زیر نظر کا جواب اس حقیقت کی روشنی میں بھی دیا جاسکتا ہے کہ عرضہ اخیرہ تک کئی ایک آیات منسوخ ہوگئی تھی۔ اس سلسلے میں ابن الجزریؒ لکھتے ہیں:

ولا شک أن القرآن نسخ منه وغير فيه في العرضة الأخيرة فقد صحّ النّص بذلک عن غير واحد من الصحابة وروينا باسناد صحيح عن زرّ بن حبيش قال: قال لی ابن عباس: أي القراءتين تقرأ؟ قلت: الأخيرة. قال: فإن النبي ﷺ كان يعرض القرآن علٰى جبريل ؑ في كل عام مرّة. قال: فعرض عليه القرآن في العام الذي قبض فيه النبي ﷺ مرّتين، فشهد عبدالله يعني ابن مسعود ما نسخ منه وما بدّل. (95)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ عرضہ اخیرہ کے وقت بہت سی قراءتیں خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوخ قرار دے دی گئیں۔ صرف حضرت ابی بکرہؓ نے مرادف الفاظ کے جس اختلاف کا

ذکر کیا ہے اس کی جزئیات بھی۔یقیناً اسی وقت منسوخ ہوگئی ہوں گی۔کیونکہ حضرت عثمان غنیؓ نے جو مصحف تیار کروایا وہ عرضہ اخیرہ کے مطابق تھا۔حضرت عثمان غنیؓ نے قران مجید میں کسی قسم کا اپنی طرف سے ایسا تصرف نہیں کیا کہ جسے تحریف کہا جائے۔

اس سلسلے میں ولیم میور (William Muir) لکھتے ہیں:

بنابریں ہم پوری طمانیت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مصحف عثمان غنیؓ اور زید بن ثابتؓ کے اس نسخے میں اصلاً کوئی تعارض نہ تھا۔جس میں حضرت زیدؓ نے قراءۃ کی مختلف صورتوں میں سے صِرف قریش کے لہجہ کوملحوظ رکھا(96)بعض لوگوں نے مصحف عثمانیؓ کے بارے میں یہ ابہام پیش کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ایک طرف فرمایا کہ اگر لکھنے والوں میں رسم الخط کے بارے میں کہیں اختلاف ہوتو قریش کے رسم الخط کوترجیح دی جائے (97) اور دوسری طرف یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے ساتوں حروف کو باقی رکھا تو پھر قریش کے رسم الخط کو باقی رکھنے کا مطلب کیا ہوا؟

اس ابہام کا ازالہ اس طرح ہوجاتا ہے کہ درحقیقت حضرت عثمان غنیؓ کا یہی وہ جملہ ہے جس سے حافظ ابن جریرؒ اور بعض دوسرے علماء نے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے چھ حروف ختم کر کے صرف ایک حرف یعنی 'حرفِ قریش' کو باقی رکھا لیکن درحقیقت اگر حضرت عثمان غنیؓ کے اس ارشاد پر اچھی طرح سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے یہ سمجھنا درست نہیں ہے کہ انہوں نے 'حرفِ قریش' کے علاوہ باقی چھ حروف کو ختم کروا دیا تھا بلکہ مجموعی طور پر تمام روایات کے مطالعے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد سے حضرت عثمان غنیؓ کا مطلب یہ تھا کہ اگر قرآن کی کتابت کے دوران رسم الخط کے طریقے میں کوئی اختلاف ہوتو قریش کے رسم الخط کو اختیار کیا جائے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کی اس ہدایت کے بعد صحابہؓ نے جب کتابت قرآن کا کام شروع کیا تو پورے قرآن کریم میں ان کے درمیان صرف ایک اختلاف پیش آیا۔اس اختلاف کا ذکر امام زہری نے یوں فرمایا ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ اور باقی اراکین کمیٹی کے درمیان اختلاف ہوا کہ تابوت کو تابوۃ لکھا جائے یا تابوت۔چنانچہ اسے قریش کے طریقے کے مطابق تابوت لکھا گیا۔(98)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ اور قریشی صحابہؓ کے درمیان جس اختلاف کا ذکر فرمایا اس سے رسم الخط کا اختلاف مراد تھا نہ کہ لغات کا۔

مصحف عثمانؓ کے بارے میں ایک ابہام یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے سبعہ احرف کے اختلاف کی جو تشریح فرمائی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سات حروف مصاحف عثمانؓ میں شامل نہیں ہو سکے۔ حضرت ابوبکرۃؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

إنَّ جبريل قال: يَا مُحَمَّدُ! اِقْرَأ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ، قال ميكائيل: استزده. حتّٰى بلغ سبعة أحرف. قال: كُلٌّ شَافٍ كَافٍ، مَا لَمْ تَخْلِطْ آيَةَ عَذَابٍ بِرَحْمَةٍ أَوْ رَحْمَةً بِعَذَابٍ ، نحو قولک تعالى: أقبل وهلُمَّ واذهب وأسرع وعجل.(99)

''حضرت جبریل، نبی کریم ﷺ کو پاس آئے اور کہا پڑھئے ایک حرف پر۔ میکائیل نے کہا ان کے لیے اضافہ کیجئے تو کہا پڑھئے دو حرفوں پر۔ میکائیلؑ نے پھر کہا ان کے لیے اضافہ کریں تو اضافہ کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ سات حروف کے اضافے تک پہنچ گئے اور کہا کہ ان پر پڑھئے ہر ایک حرف ان کے لیے کافی وشافی ہے بجز اس کے کہ کوئی آیت رحمت میں مخلوط ہو جائے۔ مثلاً تعال هلمَّ اور أقبل (کہ یہ الفاظ متعدد ہیں لیکن معنی سب کا ایک ہے) اور مثلاً اذهب اسرع اور عجّل (کہ ان کا معنی بھی ایک ہی ہے)''

امام طحاویؒ نے ابوبکرۃؓ کی روایت کے بعد مزید تفصیل بیان کی ہے کہ ورقا بن ابی نجیح ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ اُبی ابن کعبؓ آیت ﴿لِلَّذِيْنَ ئَامَنُوا انْظُرُوْنَا﴾ [الحدید: ۱۳] کو 'أمهلونا'، کو 'أخرونا' جیسے لفظوں سے پڑھنے کی اجازت دے دیا کرتے تھے اور ان تینوں کے معانی 'مہلت دو' ہیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ان مختلف لغات پر پڑھنے کی اجازت محض ابتدائی دور میں تھی کیونکہ بعض لوگوں کے لئے لغت قریش کا تلفظ ممکن نہ تھا۔ مثلاً ہذیل والوں کے لیے یمن کی لغت دشوار تھی۔ مگر الفاظ کی یہ وسعت صرف اسی حد تک تھی کہ متحد و یکساں ہی رہیں۔ یہ ایک رخصت تھی جس کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہا تا آنکہ لوگوں کے باہمی میل جول اور روابط کے بڑھنے سے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کی لغات پر قادر ہو گیا حتی کہ تمام لغات کا مرجع و مدار نبی کریم ﷺ کی لغت بن گئی تو باقی منسوخ کر دیا گیا کیونکہ اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی تھی

ابتداء میں جن عاجز افراد کو عذر و مجبوری کی بناء پر دوسری لغت میں پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی وہ بھی ختم کر دی گئی۔(100)

قرآن مجید کے حقیقی متن کا ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جسے حضور 1 یا آپ 1 کے بعد قرآن مجید سے خارج کیا گیا ہو۔ جو چیز چھوڑ دی گئی تھی وہ قرآن مجید کا متن نہ تھی۔

مصحف عثمان غنیؓ پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے سامنے جب ان کا لکھوایا ہوا مصحف پیش کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ إن في القرآن لحناً ستقیمه العرب بألسنتهم (101)

اس اعتراض اور حضرت عثمان غنیؓ کے ان الفاظ کے بارے میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

لم یصح عن عثمان أصلاً یعنی یہ روایت حضرت عثمان غنیؓ سے بالکل بھی ثابت نہیں ہے۔

اس سلسلے میں دوسرا جواب یہ ہے کہ مصحف عثمانؓ پر صحابہ کرامؓ کا اجماع تھا۔ رسم عثمانیؓ وحی سے بھی ثابت ہے۔ غلطی پر اجماع (حدیث نبویؐ کی رو سے) ہو ہی نہیں سکتا۔

اس روایت کے آغاز میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے جمع قرآن کمیٹی کے ارکان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: 'أحسنتم و أجملتم' (تم نے اچھا اور عمدہ کام کیا)۔ اس مجموعہ میں اگر غلطی ہوتی تو آپ غلطی کی تحسین کس طرح کر سکتے تھے۔

ابو عبیدہ نے عبدالرحمٰن بن ہانی سے نقل کیا ہے کہ میں حضرت عثمان غنیؓ کے پاس تھا کہ کاتبان مصاحف پیش کرتے تھے تو اس میں 'لم یتسنّ' لاتبدیل للخلق اور و أمهل الکافرین لکھا ہوا تھا آپ نے قلم دوات منگوا کر تینوں جگہوں کی غلطی کی اصلاح کر دی۔ اس روایت سے لحن والی روایت کی نفی ہو جاتی ہے کہ آپ نے نہایت احتیاط سے کام لیا اور کتابت کی معمولی غلطی کو بھی رہنے نہیں دیا۔

اس اعتراض کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں 'لحن' سے مراد غلطی نہیں بلکہ قرآن کے وہ صحیح الفاظ مراد ہیں جو عرب کی زبان پر چڑھے ہوئے نہ تھے اور ان کی طرزِ گفتار کے مطابق نہ تھے۔ ایسے الفاظ کے بارے میں فرمایا کہ قرآن مجید میں ایسے انداز کے الفاظ ہیں جن کو عرب بار بار پڑھنے سے قابو پا لیں گے۔ اور ان کی زبان رفتہ رفتہ اس طرز کے عادی بن جائیں گے۔ اس

میں شک نہیں کہ لفظ لحن دو معنوں میں مشترک ہے۔ ایک معنی غلطی ہے اور دوسرا معنی طرز کلام ہے۔ درحقیقت اس روایت میں دوسرا معنی مراد ہے یہی معنی امام راغب نے مفردات القرآن میں بیان کیا ہے کہ اسے 'لحن محمود' کہا جاتا ہے۔

اس کے متعلق شاعر کہتا ہے کہ 'خَیرُ الحَدِیثِ مَاکَانَ لَحناً' (اچھی بات وہ ہے جو خاص طرز سے کہی جائے) یہی معنی خود قرآن مجید کی آیت مبارکہ ﴿وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ﴾ [محمد: ۳۰] میں استعمال کیا گیا ہے۔

بخاری شریف میں موجود حضور ﷺ کا ایک بیان مبارک بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لعل بعضكم ألحن بحجته.'' جس کا مطلب یہ ہے کہ فریقین مقدمہ میں سے کبھی ایک فصیح طرزِ کلام کا ماہر ہوتا ہے۔ میں اس کی بات سن کر فیصلہ کرتا ہوں۔ لہٰذا اگر وہ حقیقت میں اس شخص کا حق نہ ہو تو یہ ڈگری اس کے حق میں آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس وضاحت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لحن کا معنی غلطی نہیں بلکہ ایک خاص طرز تلفظ ہے۔

ایک وضاحت یہ بھی یہ کہ گئی ہے کہ لحن سے رسم الخط کا لحن مراد ہو کہ رسم مصحف عثمانیؓ میں بعض جگہ ملفوظ اور مکتوب الفاظ موافق نہیں لیکن عرب اہل لسان اپنی زبان سے اس کو درست پڑھ لیں گے۔ جیسے کہ انگریزی زبان میں مکتوب اور ملفوظ الفاظ میں فرق ہوتا ہے لیکن اہلِ زبان انہیں پڑھتے درست ہی ہیں۔

محمود آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

اس روایت کی سند منقطع اور مضطرب ہے اور اس کے راوی ضعیف ہیں(102)

حضرت عثمان غنیؓ کے مصحف پر اعتراضات کے جواب کے سلسلے میں آخر میں ہم ولیم میور کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جس میں وہ لکھتا ہے کہ 'قرآن کی ترتیب خود اس کی شاہد ہے کہ جامعین نے اس میں پوری دقت نظر کا لحاظ رکھا' اس کی مختلف سورتیں اس سادگی سے ایک دوسری کے ساتھ مربوط کر دی گئیں جن کی ترتیب دیکھ کر کسی تصنیفاتی تکلف کا شائبہ تک نہیں رہتا۔ جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ جامعین قرآن میں تصنیف کی شوخی سے زیادہ ایمان و اخلاص کا جذبہ کارفرما

تھا اواسی ایمان کے ولولہ میں وہ صرف سورتوں بلکہ آیات کی ترتیب میں بھی تصنع سے اپنا دامن بچاتے ہوئے نکل گئے۔(103)

ولیم میور آخر میں نتائج اخذ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

ہم پورے شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ عہد عثمان ؓ میں حضرت زید بن ثابت ؓ نے قرآن کی جس صورت میں نظر ثانی کی وہ نہ صرف حرفاً حرفاً صحیح ہے بلکہ اس کے جمع کرنے کے موقع پر جو اتفاقات یک جا ہوتے گئے ان کی رو سے بھی یہ نسخہ اس قدر صحیح ہے کہ نہ تو اس میں کوئی آیت وحی میں سے اوجھل ہو سکی۔ اور نہ جانبین نے از خود کسی آیت کو قلم انداز کیا(104)

پس! یہی قرآن ہے جسے حضرت محمد ﷺ نے پوری دیانت وامانت کے ساتھ دوسروں کو سنایا۔(105)

کیا ابن مسعود ؓ، حضرت عثمان ؓ کے مصحف سے متفق نہ تھے؟

اس سلسلے میں ترمذی شریف کی ایک روایت ہے جس میں امام زہریؒ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کو شکایت تھی کہ کتابت قرآن کا کام ان کے سپرد کیوں نہیں کیا گیا جبکہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت ؓ کے مقابلے میں زیادہ طویل عرصے تک حضور ﷺ کی صحبت سے فیض حاصل کیا تھا۔(106) اس سلسلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے فتح الباری میں اس نقطہ نگاہ کا ردّ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی ؓ کا موقف یہ تھا کہ انہوں نے یہ کام مدینہ طیبہ میں شروع کیا تھا اور ابن مسعود ؓ اس وقت کوفہ میں تھے اور حضرت عثمان غنی ؓ ان کے انتظار میں اس کام کو مؤخر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے بھی حضرت زید بن ثابت ؓ ہی کو یہ کام سونپا تھا۔ لہٰذا انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ یہ مرحلہ بھی انہی کے ہاتھ سے تکمیل کو پہنچے۔(107)

حافظ ابن حجر ؒ کی اس توجیہہ کی علاوہ اس نقطہ نگاہ کا ردّ یوں بھی کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمان غنی ؓ کو اس وقت جو مسئلہ درپیش تھا اس میں صحابہ ؓ کے علمی مقام و مرتبے کو عمل دخل کم تھا

بلکہ اس کے مقابلے میں اس مسئلے کا تعلق تجربے سے تھا۔ حضور ﷺ نے جن صحابہ ؓ کے نام علمائے قرآن اور قراء قرآن کے بارے میں ارشاد فرمائے ہوئے تھے۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بھی تھے لیکن عہد عثمانی ؓ کا مسئلہ کچھ اس سے مختلف تھا۔ کیا حضرت زید بن ثابتؓ کے لیے یہ اعزاز کچھ کم تھا کہ حضرت ابن مسعود ؓ سے فوقیت رکھنے والے حضرات، حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت عثمان غنی ؓ سے پہلے 'جمع القران' کے کام پر زید بن ثابت ؓ ہی کو مامور فرمایا تھا۔ جب حضرت زید بن ثابت ؓ کو حضرت عثمان غنی ؓ نے مصحف کی تیاری پر مامور فرمایا اس وقت تو حضرت ابن مسعود ؓ مدینہ طیبہ کے اندر موجود نہ تھے اور ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس کام کے لیے حضرت زید بن ثابت ؓ کو منتخب کیا گیا تھا۔ لیکن جب حضرات شیخین نے حضرت زیدؓ کو اس کام پر مامور فرمایا تھا اس وقت تو حضرت ابن مسعود ؓ مدینہ طیبہ میں موجود تھے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ کو مصحف کی تیاری پر کوئی پہلی مرتبہ متعین نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس سے پہلے عہد شیخین میں بھی ان کو اس کام کے لیے موزوں ترین قرار دیا گیا تھا۔ حضرت عثمان غنی ؓ نے اپنے متقدمین ہی کی اقتداء میں انہیں تعینات کیا تھا۔ دونوں مواقع پر انہی کا انتخاب اس سبب سے تھا کہ عرضۂ اخیرہ میں وہ حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ (108)

اس لئے حضرات، ابن مسعود ؓ اور زید بن ثابت ؓ کے منصب میں موازنہ کرتے ہوئے ہمیں ان مذکورہ بالا حقائق کو ذہن میں رکھنا ہوگا۔

احراق مصاحف کے بارے میں ولیم میور کہتا ہے کہ یہ ایک ناانصافی کہی جاسکتی ہے کہ انہوں نے مجمع علیہ نسخے کے علاوہ تمام مصاحف تلف کروا دیئے۔ لیکن میور لکھتے ہیں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دور میں کسی نے حضرت عثمان غنی ؓ پر الزام نہیں لگایا کہ انہوں نے قرآن میں تحریف و تصحیف کی ہے۔ اگر حقیقت میں حضرت عثمان غنی ؓ ایسے ہی کرتے تو یہ راز ضرور آشکار ہو کر رہتا مگر حضرت عثمان غنی ؓ پر یہ اتہام متاخرین شیعہ نے اپنے اغراض کے لیے وضع کرلیا۔ (109)

☆☆☆☆

مراجع و مصادر

(جمعِ قرآن)

۱۔ ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾[الحجر:۹]

''بے شک ہم نے اس نصیحت کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

﴿اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَ قُرۡاٰنَہٗ فَاِذَا قَرَاۡنٰہُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَہٗ﴾[القیامۃ:۱۷، ۱۸]

''بے شک اس قرآن کو جمع کرنا اور اس کی تلاوت ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم اس کی تلاوت کریں۔ اس کے پڑھنے کی آپ اتباع کریں۔''

۲۔ ﴿لَا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ لَا مِنۡ خَلۡفِہٖ﴾[فصلت:۴۲]

''باطل اس کے سامنے سے یا نہ اس کے پیچھے سے اس میں داخل نہیں ہوسکتا''۔

3. Noldeke, Theodor, Sketches from Eastern History, Khayat, Beruit, P.51.

4. Bell, Richard, Introduction to the Quran, Edinburgh, 1963. P. 40-43.

5. Watt, Montgomery, Mohammad at Makka, Oxford 1953. P.9

6. Frost , S.E., The Sacred Writings of world's great Religions, P.307

8. Buhl, Encyclopaedia of Islam, Lieden, E.J.Brill, 1978.vol.II,P.1067.

9. Jeffery, Arthur, Material for Histroy of The Text of The Quran, P.I

10. IBID, P.I

11. Noldeke, T., Sketches from Eastern History , P. 51

12. IBID, P.50 Nicholson, Literary History of The Arabs, Unwin

London,1907 P. XII. XIII, (preface)

۱۳۔ حقانی، عبدالحق، مولانا، البیان فی علوم القرآن (مقدمہ تفسیر حقانی)، دارالاشاعت تفسیر حقانی دہلی 1932، صفحہ 258 صبحی صالح، ڈاکٹر، مباحث فی علوم القرآن، صفحہ 279-280

14. Jeffery , Arthur, P.5

۱۵۔ البیان فی علوم القرآن، صفحہ 258، صبحی صالح، صفحہ 279-280

16. Noldeke, P.50 17. IBID, P.52 18. IBID, P.52

۱۹۔ ضربت عیسوی، تاویل القرآن، پنجاب سوسائٹی، لاہور، 1921ء صفحہ(106-107)

۲۰۔ ایضاً، صفحہ(106-107)

21. Tritton, A.S, Islam Belief and practice, Hutchnison London, 1962. P. 60

22. Noldeke, P. 52 23. Jeffery, Arthur, P. 10

24. Buhl, vol. II, P. 1073

۲۵۔ فنڈر، پادری، میزان الحق، صفحہ(36-44)

26. Margoliuth, D.S. Mohammadanism, Butterworth London, 1928 P.70

27. Buhl, vol. II, P. 1073 28. Buhl, vol. II, P.1073

29. Bell, Richard, Introduction to the Quran, P. 42-44

30. IBID. P. 42-44 31. Buhl. vol II, P. 1073

32. IBID. vol II, P. 1073 33. IBID. vol II, P. 1073

34. IBID. vol II, P. 1073 35. Buhl, vol II, P.1073

36. IBID. vol II, P. 1073 37. Noldeke, P.53

38. Margoliuth, Mohammadanism, P.70

۳۹۔ فنڈر، پادری، میزان الحق، صفحہ(36-40)

40. Loon, Hendrich, van, Tolerence, The Sun Dial Press, New York, 1939.P.114,

Hitti, P.K., Islam and The weat, Van Nostrand, New York, 1962, P.48-49

41. Scott, S.P., History of Moorish Empire in Europe,Philadelphia,1904, P. 269

Toynbee, A.J. Civilization on Trial , Oxford University Press, Oxford,1957. P.187, Hitti, P.K., P.57, 59, 61,62 Ross, Denison, Islam , Earnest Benn, London 1926 P.37.Carlyle, Thomas. On Hero and Hero Worship and The Heroic in History, Humphrey Milford, London,1904 P.73,74, Stubbe, Henry, Rise and Progress of Mohametanism, Orientalia. Lahore, 1975-P.156

اس سلسلے میں مزید معلومات کیلئے پی ایچ ڈی کے مقالہ 'تدوین قرآن مجید پر مستشرقین کے اعتراضات کا محققانہ جائزہ' کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۴۲۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1976، صفحہ 260۔ اس سلسلے میں تفصیل کیلئے حوالہ نمبر 41 میں مذکور ڈاکٹریٹ کے مقالہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

43. Jeffery, Arthur, P. I (Preface)

44. Ibid

۴۵۔ ابن الجوزی، سیرۃ العمرین

۴۶۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61

۴۷۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 15

۴۸۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61

۴۹۔ کتاب المصاحف

أبو بکر بن أبي داود السجستانی عبد اللہ بن بن سلیمان بن الأشعث (م ۳۱۰ھ) تحقیق: محمد بن عبدہ الناشر: الفاروق الحدیثۃ، القاہرۃ، مصر العربیۃ، ۱۴۲۳ھ، ۱/ ۹۷

۵۰۔ سیوطی حوالہ مذکور

۵۱۔ ایضا

۵۲۔ ایضاً

۵۳۔ ایضاً

۵۴۔ ایضاً

۵۵۔ ایضاً

۵۶۔ عمدۃ القاری، جلد ہشتم، صفحہ 655

۵۷۔ کتاب الفصل فی الملل والاھوء والنحل، مطبع الادبیہ، مصر، 1320

۵۸۔ البیان فی علوم القرآن، صفحہ 52، 51

۵۹۔ زرقانی، عبدالعظیم، مناہل العرفان، جلد اول، صفحہ 268-272

۶۰۔ بخاری، جلد سوم، صفحہ 146، باب جمع القرآن ۶۱۔ ابن ابی داؤد: حوالہ مذکور، ۱/۱۰۴

۶۲۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 5 ۶۳۔ صبحی صالح، صفحہ 79

۶۴۔ ایضاً ۶۵۔ ایضاً ۶۶۔ ایضاً، صفحہ 79 ۶۷۔ ایضاً، صفحہ 79-80

۶۸۔ ایضاً، صفحہ 80 ۶۹۔ ایضاً ۷۰۔ صبحی صالح، صفحہ 81

71. Muir, Willium, Life of Mahomet, Smith, London, 1860, P.XIII

72. IBID, PXIII 73. IBID, PXIII

74. IBID, PXIII 75. Spranger

۷۶۔ فنڈر، پادری، میزان الحق، پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور 1892ء، صفحہ 36-44

۷۷۔ بخاری، جلد اول، صفحہ 234، (کتاب صلوۃ التراویح)

۷۸۔ بخاری، جلد اول، صفحہ 234، (کتاب صلوۃ التراویح)

۷۹۔ بخاری، جلد سوم، صفحہ 146 (باب جمع القرآن)

۸۰۔ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، جلد اول، صفحہ 378

۸۱۔ ایضاً

۸۲۔ ابن حزم، کتاب الفصل فی الملل فی الاھوء والنحل، جلد دوم، صفحہ 78

۸۳۔ ایضاً

84. Muir, P.XIV. 85. IBID, PXIV. 86. IBID, PXIV.

87. IBID, PXVII. 88. IBID, PXVII.

۸۹۔ مناہل العرفان، جلد اول، صفحہ 253-254 ۹۰۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 354

۹۱۔ الملل والنحل، جلد دوم، صفحہ 76-88

۹۲۔ ایضاً ۹۳۔ ایضاً ۹۴۔ ایضاً، جلد دوم، صفحہ 77

۹۵۔ الجزری، ابوالخیر، النشر فی القراءات العشر، المکتبۃ التجاریہ، مصر، جلد دوم، صفحہ 38

96. Muir, PXIX

۹۷۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 62 ۱۵۳۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 61

۹۸۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 85

۹۹۔ قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن، قاہرہ، 1967ء، جلد اول، صفحہ 43

۱۰۰۔ الطحاوی، شرح مشکل الآثار، بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهِ ـــ "نَزَلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ"، ۸/۱۰۸

۱۰۱۔ آلوسی، محمود، علامہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، داراحیاء التراث الاسلامیہ، بیروت، جلد اوّل، صفحہ 28

۱۰۲۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 28

103. Muir, PXXI. 104. IBID, PXXI. 105. IBID, PXXI.

۱۰۶۔ ترمذی، جامع ترمذی، کتاب جمع القرآن، باب القراء من اصحاب النبیؐ، جلد ششم، صفحہ 299

۱۰۷۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 13-15

۱۰۸۔ ایضاً

109. Muir, PVII.